

تعارف

ہماری نظر سے شاف و نامور ہی کوئی ایسی کتاب نہ ملتی ہے جس کا مصنف تاریخ کے خشک اور غیر دلچسپ واقعات میں زندگی پھونکنے اور ہمارے سامنے زندہ و رجسٹری جانتی تصویر پیش کرنے میں کامیاب ہوا ہو۔ تاہم یہ کتاب اسی قسم کی ایک کامیاب و قابل تعریف تصنیف ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے طرز بیان کی چاشنی اور خیالات کی روانی کی بدولت حضرت یوسف کی حیاتِ حیدرہ کے متعلق حقائق و واقعات کو نہایت خوبصورتی سے الفاظ کی لڑی میں پرویا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں مرقوم ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو مبنی بر حقیقت نہ ہو۔ صحیح کردار نگاری اگرچہ ایک مشکل فن ہے، لیکن مصنف نے اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب کے تمام مندرجات کی بنیاد کتاب مقدس ہے، اس لئے ہمیں اس کتاب میں حضرت یوسف کی ایک سو دس سالہ زندگی کا ہر پہلو نظر آتا ہے۔ مثلاً باپ کی محبت، بھائیوں کا حسد، غلامی کی زندگی، کڑی آزمائش اور پھر سرافرازی، ان کی زندگی پاکیزگی، جلیبی فرض شناسی، مالی طرفی اور ایمان داری کا ایک خوبصورت و عمدہ نمونہ ہے۔

ہم بڑے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ خواہش کریں گے کہ خود ان تمام واقعات کو کلامِ الہی یعنی بائبل مقدس میں پڑھیں۔ یاد رہے حضرت یوسف کے حالات زندگی کی تفصیلات کتاب مقدس کی پہلی کتاب پیدائش کے بات 25 تا 50 میں مندرج ہیں یوں آپ دیکھیں گے کہ یہ کتاب ایک دلچسپ کہانی ہی نہیں بلکہ کتاب مقدس کی ایک خوبصورت و پر مغز تفسیر بھی ہے۔

ناشرین

پہلا باب

لمرہ و خیر آغاز

ایک بڑا قافلہ وسطی کنعان میں شہر سکم کی جانب رواں دواں تھا قبیلے کے پہو قار سردار حضرت یعقوب کی نگاہیں قافلے میں موجود ان گنت موشیوں، بھینٹوں، بکریوں، گدھوں اور اونٹوں پر لگی تھیں تاکہ سفر میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔ گدھوں اور گائیوں پر سوار بچے اور عورتیں بھی برابراں کی نظر میں تھے۔ قافلے میں ان کے غلام اور نوکر چاکر بھی شامل تھے۔ جن کی تربیت پر انہیں ناز تھا۔ اور اب تو وہ ان کے گھرانے کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے دس بڑے بیٹے بھی ان کے شریک سفر تھے۔ ہنرمند اور کڑیل جوان۔ باپ کی ان پر کڑی نظر رہتی تھی کیونکہ وہ بالکل اپنی ماؤں پر گئے تھے۔ ان کی بھی دور جوانی میں آپس میں نہیں بنتی تھی۔ سردار نے سرواہ بھرنی، انہیوں نے کبھی دو بیویوں اور دو حرموں کی خوانش بلکہ تصور بھی نہیں کیا تھا۔ لیکن حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا کہ انہیں مجبوراً یہ سب کچھ دیکھنا پڑا

شام کے سامنے گہرے ہونے لگے تھے۔ تھکا ماندہ سورج دھیرے دھیرے پہاڑ کی چوٹیوں کی اوٹ میں چھپنے لگا تھا۔ ساری فضا شفق رنگ ہوئی جاتی تھی۔ قافلہ اب بھی رواں دواں تھا۔ چہروں پر تمناؤں، مسئلوں اور وہابانہ مسرتوں کے شفق پھونکنے لگی تھی۔ ان کے قدم آباؤ اجداد کی سرزمین پر پڑ رہے تھے جس کے خواب وہ برسوں سے دیکھتے آئے تھے۔

امی جان! یہ وہی راستہ ہے تا جہاں سے بڑے دادا ابو (ابراہیم) بھی آئے تھے؟ یہ آؤ حضرت یعقوب کے چھوٹے بیٹے حضرت یوسف کی تھی۔ ان کے بھی بہت سے ریوڑ، غلام اور خیمہ وغیرہ تھے تا؟ ان کے لئے تو یہ اجنبی ملک تھا لیکن ابو تو یہیں پیدا ہوئے۔ میں اور آپ پہلے یہاں کبھی نہیں آئے۔ ذرا سوچئے امی جان! بڑے دادا ابو نے اپنا پہا خیمہ سکم میں ہی گاڑا تھا۔ اسی سرزمین پر جہاں سے آج ہم گزر

رہے ہیں!

حضرت یعقوب اہنٹ پر سوار اس ہیل گاڑی کے پاس سے گزرے جس میں ان کی پہلی بیوی لیاہ سوار تھی اور اس کے ساتھ اس کی کلوتی بیٹی دینہ بھی بیٹھی تھی۔ دونوں اپنی لوڈی زلفہ سے باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ زلفہ بھی حضرت یعقوب کی ازدواج میں سے تھی۔ جونہی دینہ کی نظر باپ پر پڑی وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی ابا پاپا اچلدی ہی ڈالیں گے نا؟

باپ نے بڑی شفقت سے ہاں میں سر ہلایا۔ اپنی نوجوان بیٹی کو دیکھ کر انہیں احساس ہوا کہ وہ کتنی خوبصورت ہے۔ ساتھ ہی نسوانی آوازیں ابھریں، سکم میں شاہنگ کرنے کا کتنا مزہ آئے گا!

حضرت یعقوب کی دایہ دیورہ کیلئے یہ سفر بڑا تکلیف دہ تھا۔ کچھ عمر کا تقاضا، کچھ راستے کی طوالت اور نامواری، مسلسل جھکوں سے اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ حضرت یعقوب نے اس کے چہرے پر کرب کے آثار دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے اس کی ہمت بندھائی، دیورہ نے قافلے کے پیشوا کے جھلسے ہوئے چہرے پر نگاہ ڈالی تو ایک زندہ دلانہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ وہ آج بھی اسے وہی ننھا منسا سا یعقوب لگا جسے وہ کبھی ڈانٹتی اور کبھی پیار سے سینے سے لگایا کرتی تھی۔ جسے اس نے اپنی گودوں کھلایا تھا۔ یہ اس کی تربیت ہی کا نتیجہ تو تھا کہ انگلی پکڑ کر پاؤں پاؤں چلنے والا وہی منا آج اتنے بڑے قافلے کا سالار تھا۔ وہ بڑی تھکاؤٹ سے کانپتی ہوئی انگلی اٹھا کر تھر تھراتی آواز میں بولی، میری جان! ہم آج پھر اپنے وطن کی زمین پر چل رہے ہیں۔ تمہیں کیسا لگتا ہے بیٹے؟

بہت اچھا! بہت ہی اچھا ماں! یہ وہی جگہ تو ہے جہاں خدا چاہتا ہے کہ ہم رہیں حضرت یعقوب نے دیورہ کو یاد دلایا، ماں! اصل چیز یہ زمین نہیں ہے جس کے ہم وارث ہوں گے بلکہ زندہ خدا کی وہ رفاقت ہے جو ہمیں حاصل ہوگی۔

حضرت یعقوب کی یہ باتیں سن کر بوڑھی آنکھیں چمکتی لگیں۔ کل کا وہ کوئل سا بچہ آج کیسی حکمت کی باتیں کر رہا تھا۔ صرف وہی جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں خدا نے کتنا بڑا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اب وہ پہلا سا یعقوب نہیں رہا تھا بلکہ نہایت سلجھا ہوا ٹیک فطرت نوجوان تھا، جس سے خدا راضی تھا۔ اس نے ایک سرد آہ بھری، میرے بچے! میں تو اتنا جانتی ہوں کہ یہ میرا آخری سفر ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے کنعان کی سرزمین ایک بار پھر دیکھ لی ہے۔

حضرت یعقوب نے بڑھیا کی ہمت بڑھائی، اب تو آرام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ بس ذرا سکم سے باہر کچھ زمین خرید لوں تو پھر وہیں اپنے قیمے گاڑ میں گے۔ یہ سن کر دوبارہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ سوچنے لگی، یہ یعقوب خدا کے وعدے پورے ہونے کا انتظار نہیں کر سکتا جو ابھی سے زمینیں بھی خریدنا شروع کر دیں؟

حضرت یعقوب کی باتوں کی بھٹک حضرت یوسف کے کانوں میں بھی چڑ گئی تھی۔ انہوں نے قیل گاڑی میں ہی زور زور سے اچھلنا چھیننا شروع کر دیا بابا بابا! جب آپ زمین خریدنے سکم جائیں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔ حضرت یعقوب کے پہلو ٹھٹھے بیٹے روبن نے اپنے چھوٹے بھائی کو کھاجانے والی نظروں سے گھورا تمہارے باپ کے پاس تمہارے ساتھ سر کھپانے کے علاوہ بھی کرنے کو بہت سے کام ہیں۔

حضرت یوسف اور ان کی ماں راضل روبن کی آواز سنتے ہی ہم گئے۔ ان کے وجود میں سردہر دوڑ گئی۔ حضرت یعقوب راضل کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ ان کی یہی محبت راضل کی زندگی کا مذاب بن کر رہ گئی تھی۔ اسے سردار کی منظور نظر ہونے کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی تھی۔ سے خیال گزرا کہ اس کا وہ یہ اپنی بڑی بہن لیام سے کتنی دفعہ غیر ہمدردانہ رہا تھا۔ اور پھر جب لیام سے حضرت یعقوب کے ہاں ایک



جب قافلہ سلم کے قریب پہنچ گیا تو سب کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ حضرت یعقوب نے وہیں رک جانے کا فیصلہ کیا اور شاہ بلوچ کے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے، جب میرے دادا ابراہیم حاران سے آئے تھے تو انہوں نے اسی جگہ اپنے خیمے گاڑے تھے۔ یہیں انہوں نے ایک مذبح بنایا اور زندہ خدا کی پرستش کی تھی۔

حضرت یوسف کی نظریں سلم کے دونوں جانب واقع بڑے بڑے پہاڑوں پر گڑی تھیں۔ وہ ان کی بندی سے بہت مرعوب ہو رہے تھے۔ آخر وہ بول ہی پڑے، بابا! کیا دادا اب ان پہاڑوں کو بھی دیکھا تھا؟ کتنے بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ بابا! وہ دیکھو، اتنے بڑے بڑے پہاڑ تو خدا ہی بنا سکتا ہے ہے نا بابا؟ ان کی آنکھوں میں سنجیدگی جھلکنے لگی تھی۔ باپ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے میں بھی خدا سے بہت پیار کرتا ہوں لیکن وہ تو مجھ سے کبھی بھی بات نہیں کرتا۔

بچے کی باتیں سن کر حضرت یعقوب کا دل خوشی سے بھر گیا۔ انہیں اپنے بیٹے پر بے ضامہا پیار آیا اور اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تم خدا سے باتیں کرنا چاہتے ہو نا؟ اگر واقعی ایسا ہے تو وہ ضروری تمہاری زندگی میں آ جائے گا۔ بیٹے، خدا میں تمہیں سب کچھ مہیا ہوگا۔

بچہ بابا؟ یوسف بے ساختہ اپنے باپ سے پوچھ گئے۔

ابھی قافلے نے دم بھی نہ لیا تھا کہ مقامی لوگوں کا ہجوم ان کے گرد اکھڑا ہوا۔ وہ ان اجنبیوں کو حیرت سے تنک رہے تھے۔ ہجوم کی مجلسوں لگا دیں نئے آنے والوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ سوالوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ سلم کے بارے میں معلومات حاصل کی جارہی تھیں اور باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اتنے طویل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد گپ شپ میں خاصہ لطف آ رہا تھا، خصوصاً زمانہ طبع کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ جب سے انہوں نے شہر میں بکنے والے بندوں،

ہاروں، دو پیٹوں اور شانوں کے بارے میں سنا تھا ساری خیمہ بستی میں گفتگو کا بازار گرم تھا۔

حضرت یعقوب نے یوسف کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ ان کے چھ بڑے بیٹے ان کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ باپ دادا کی سر زمین پر ان کے قدم بڑے ثمر سے پڑ رہے تھے۔ حضرت یعقوب کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مسرت کے ان چند لمحوں کے پیچھے کیسا طوفان چھپا ہوا ہے۔

سکھ کے بڑے بوڑھوں نے شہر کے دروازے سے ان انبیوں کو بڑے مشکوک انداز میں دیکھا۔

حضرت یعقوب اور ان کے بیٹوں نے استراٹا جھکتے ہوئے کہا تم پر سلامتی ہو
دیونا تم پر رحم کریں، جواب ملا

مجھ پر ایک عنایت کرو دیجئے۔ میرے ہاتھ شہر سے باہر کی کچھ زمین فروخت کر
دیجئے تاکہ میں وہاں اپنے خیمے گاڑ سکوں

ایک ڈاڑھی والے بزرگ نے نظر ڈالتے ہوئے پوچھا، اے اجنبی اتم ہو کون؟
میں اس ملک کا باکل ہی اجنبی نہیں ہوں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم نے پہلے
بھی سلم کے باہر اپنے خیمے گاڑے تھے، یہ بات کہتے ہوئے حضرت یعقوب کا سر سر
سے تن گیا۔

میرا بوڑھا باپ اضحاق حبرون میں رہتا ہے۔ میں دور اپنے ماموں کے پاس
حاران میں رہتا تھا اور اب گھر لوٹ کر جا رہا ہوں میرا جڑواں بھائی عیسو بھی اودوم
میں اپنے بار سوخ گھرانے کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔

وہ لوگ اس کی باتوں سے بہت متاثر اور مرعوب ہوئے۔ ان میں سے ایک دوتو
زندہ خدا کی عبادت کرنے والے ابراہیم کے بار میں جانتے بھی تھے۔ ڈاڑھی والے
بزرگ نے حضرت اضحاق کے متعلق بھی سن رکھا تھا۔ اضحاق جو کہ امن کے علمبردار

تھے۔ ایک مرتبہ ان کے کونئیں میں اتفاقاً ریت بھر دی گئی تھی تو بھی انہوں نے جھڑا نہیں کیا تھا۔ قصبے کے بزرگوں کے تریمان نے ان سے دریافت کیا کیا تم بھی براہیم کے خدا کی پرستش کرتے ہو؟

ہاں! بے شک! ہم بھی اسی کے خادم ہیں حضرت یعقوب کی آواز میں اعتقاد کی چمکتی تھی۔

تریمان نے دھیرے سے کہا ہر شخص سمجھتا ہے کہ صرف اس کا پنا دیوتا ہی اچھا ہے۔ پھر ٹھنڈی سانس کھینچ کر بولا لیکن جب ان دیوتاؤں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو سب کے سب چپ سادھ لیتے ہیں۔ ان سب پر ہماری فریاد کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف کی آنکھیں اپنے باپ پر جمی ہوئی تھیں جنہوں نے زور سے سر ہلا کر کہا بزرگو! جس خدا کی پرستش میں کرتا ہوں وہ زندہ ہے وہ کلام کرتا ہے وہ میرے دادا ابراہیم سے ہم کلام ہوا۔ اس نے میرے باپ اسحاق سے کلام کیا اور خود مجھ سے بھی۔

لوگوں کی دلچسپی ان کی باتوں میں بڑھنے لگی۔ اے معزز سردار تشریف رکھئے ورنہ آپ نو جوان بھی اسے اپنا ہی گھر سمجھیں۔ پھر ترجمان حضرت یعقوب کی طرف جھکتے ہوئے بولا جب خدا آپ سے کلام کرتا ہے تو کیسا لگتا ہے؟

حضرت یعقوب کو سوال کا جواب دینے میں مشکل پیش آرہی تھی۔ آخر انہوں نے تسلیم کرتے ہوئے کہا اسے بیان کرنا تو بہت ہی مشکل ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ جب خدا کسی سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس سے اس کی پوری زندگی متاثر ہوتی ہے اور انسان جان جاتا ہے کہ خدا ہی وہ واحد ہستی ہے جو اس کے دل کی بات کو سمجھتا ہے۔ اسے انسان سے محبت ہے۔ وہ اس کی فکر کرتا اور ہر لحاظ سے اس کی بہتری چاہتا ہے۔

حضرت یعقوب نے دیکھا کہ ان کا ایک ایک لفظ یوسف کے دل میں اتر رہا ہے۔ پھر وہ بڑے اعتماد سے کہنے لگے، خدا پاک ہے۔ جو شخص اس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ خود کو پوری طرح اس کے سپرد کر دے تاکہ وہ اس کی زندگی وکھالے۔

اس پر وہ بزرگ ناگواری سے کہنے لگے بس، بس! ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ دیوتاؤں نے انسان کو ظہرِ تنہا ہیبت کمزور بنایا ہے۔ اس لئے ہم جیسے تیسے زندگی گزار لیتے ہیں۔

حمور کے بیٹوں سے زمین حاصل کرنے میں حضرت یعقوب کو کچھ مشکل پیش نہ آئی۔ سکم کے بادشاہ نے جو زمین کا مالک تھا ان کی بہت مدد کی۔ اس وقت تک رات ہو گئی تھی۔ لہذا انہوں نے خیمے گاڑ لئے اور عورتیں کھانا پکانے میں مصروف ہو گئیں۔ رات کی تاریکی میں لپکتے شعلوں کا منظر بڑا فریب تھا۔

لیاہ اپنی لونڈیوں کے ساتھ لذیذ کھانے پکانے میں مصروف تھی۔ اتنا عرصہ فارغ رہنے کے بعد اسے کام کرنے میں بہت لطف آ رہا تھا۔ دینہ میں زلفہ چکی میں کندم پیس رہی تھیں۔ راضل اور اس کی لونڈی بلہا بنے بھی دودھ بلو کر نکھن نکال لیا تھا۔ کھانوں کی ملی جلی خوشبو نے حضرت یوسف کی بھوک کو اور چمکادیا تھا۔

دینہ نے مسکراتے ہوئے کہا، چھوٹے بھیا، مجھے چھپا کر ہی تمہیں کھانے کو کچھ دینا پڑے گا، اگر تمہارے بھائیوں نے اپنے سے پیشتر تمہیں کھاتے دیکھ لیا تو وہ تو تمہاری پٹائی کر دیں گے۔

لیاہ نے چپکے سے خشک کجھوئیں اس کی ہتھیلی میں تھما دیں۔ ان سے تمہاری بھوک کچھ کم ہو جائے گی۔

حضرت یوسف کو اپنی خالہ سے بہت محبت تھی۔ وہ اسے اس قدر چاہتے تھے کہ اس کی بھیجی کی تکھیں بھی انہیں بہت اچھی لگتی تھیں۔ کجھوئیں لے کر وہ بہت خوش ہو

گئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے اچھلتے کودتے باہر نکل گئے۔ منہوں نے لیاہ کو یہ کہتے سنا، راضی، بہت پیارا بچہ ہے تیرا تو نے بہت اچھی تربیت کی ہے اس کی۔ بڑا ہو کر کچھ بنے گا یہ اور اب اس کے باپ کی تربیت اس کی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کرے گی۔ کون جانے تیرا بیٹا کیا سے کیا بن جائے گا۔

لیاہ نے سر آہ بھری اور پھر اپنے اجڑے اور بد تمیز لڑکوں کے بارے میں سوچنے لگی۔

اتنے میں حضرت یوسف کی آواز سنائی دی ماں میں دیورہ کے پاس جا رہا ہوں۔

دیورہ کے خیمے میں روشن چراغ کی کرنیں چھن چھن کر چھت پر پڑ رہی تھیں۔ حضرت یوسف نے بڑے محتاط انداز میں دھیرے سے پکارا تا کہ اس کی آواز سن کر بڑھیا کہیں ڈرنے نہ جائے۔ میں ہوں یوسف۔

اتنے طویل سفر کے باوجود دیورہ کے چہرے پر تھکاؤٹ کے کوئی آثار نہ تھے۔ یہ دیکھ کر یوسف کی ہمت بڑھی اور شرما کر بولا، دیو مجھے اس وقت کے بارے میں بتاؤ جب آپ پہلی بار کنعان میں آئی تھیں۔

اس سوال سے جھریوں سے بھرے چہرے پر ایک داس سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ وقت اسے ایک بیٹا ہوا خواب معلوم ہونے لگا۔ اس نے اپنے خشک ہوتوں پر زبان پھیری۔ اس وقت جانتے ہو میں بالکل جوان تھی بالکل جواں اور حسین اور حاراں میں تمہاری دادی ربقہ کی دایہ تھی۔ ربقہ نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ بس اب میں تمہیں کیا بتاؤں! وہ سفر جو ہم نے تمہارے پر دادا حضرت ابراہیم کے وفادار خادم الیزراہ اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ کیا کیا سفر تھا! ہم سیدھے جبرون کی طرف چل پڑے۔

حضرت یوسف چل اٹھے میں بھی اسی راستے سے آیا ہوں نا ہے نا؟ کسی دن ہم

۱۰۔ سحر سے منہ جھون بھی جائیں گے۔

بہت کچھ ہے میرا سحر کس بات کا ہے کہ تمہاری اکلیں اب رہنے کے انداز سے جاتی ہیں۔ وہ تم سے مل رہی خوش ہوئیں! جب نامہ انتوں پر سو رہیں پچھتو
 شام کا وقت تھا، چچا ایک اور ریتوں میں تھکے ہوئے، صبح کے سحر سے چلتے
 نظر آئے۔ انہیں دیکھتے ہی تمہاری دلی جانوں کے یہ کئی دن ہو گئے۔ کس نے جوت
 سے رقعہ اڑھا یا۔ تمہارے ۱۰۰ کی ٹکڑوں کے بعد بہت خوش رہتے تھے۔ لیکن
 20 برس تک ان کے ہاں کوئی بچہ نہ ہو۔ انہیں خدا سے منت کی کہ میں ۱۰
 سے پتہ ہے منہ خدا پر کیا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنے گھر میں
 خوشی محسوس کرتا ہے۔ کس نے نہیں بھی وہ جڑوں سے بیٹے عطا سے عیسو اور یسوع

حضرت یوسف ایک اور نبی ہو گئے، ۱۰۰ روپے سے پوچھتے تھے پتہ ہے میرا
 ان توں کو پوچھتا ہے وہ مدت نہ بنتے ہیں نہ دیکھتے وہ تو کچھ بھی نہیں رہتے۔ پھر وہ
 کس طرف گئے، سرگشتی رہتے رہے تھے۔ کس سے ہنٹائیں معصوم ہے
 ماں نے مانا جی کا پسندیدہ بہت تر یا تھا، دوسرے میں پناہ تھی۔ کس نے جانے
 مانا کی بیوی پہ چل گیا۔ یہ وہ کتے تھے میں تھے وہ؟ ورنہ پنے پنے وہ کس
 طرح تمہارے پیچھے آئے تھے؟

۱۰۔ وہ خوفزدہ نہ ہو گئی۔ یہ کہ وہ بہت تمہاری ماں نے چاہا تھا؟ اور دیکھو
 تمہارے باپ نے کس وقت قسم کھا کر کہا تھا کہ جس کے پاس سے وہ بت لے گا
 نہ چاہے مارا یا جائے گا۔ تمہاری ماں نے اسے کی موت نہ دیکھ کر چھپا
 کہ تلش کے باوجود وہ نہ ہو؟

یوسف نے پناہ کے کسے کس نے گاتے ہوئے ہے۔ ماں نے وہ مدت ورنہ
 کی کاٹیں میں چھپا ہوا تھا۔ جب مانا جی سے ڈھونڈتے ڈھونڈتے ماں کے پاس
 آئے تو کس نے نہ رو دیا اور کاٹیں پر میٹھی رہی۔ یہیں وہ بخند و چہتا پورے کس

۔ ابو کو قہر کھاتے بھی نہ تھے تو کیا یہاں دوسرا ہو گا جہاں دانا کھکی دیو وہ ہت تو بھی
نہاں کے پاس ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ یہ ہیں سب نفاس سے پاس رکھا ہے کہ یہ
مجھے لکھ کر کی یاد دلاتا رہے۔

اپنے گھر کی سائیں بھر رہا تھا۔ اب یہ ایک تھمرا کی ماں پر رحم کرے۔ ہمیں یہ نہیں بھونچا جیسے کہ وہ اس پرستوں کے گھر سے ہے۔ سے بہت اچھے بیٹا بننا چاہتا تھا۔

پہلیں اس سے خدا کو جاننا ہے اور بعد ازاں اس سے کئی بات چلی ہے۔

اب یہ کہ اس نے ننھے یوسف کو اپنے ہاتھ سے چمٹالیا اور بڑے پیار سے اس کے چہرہ پر ہاتھ دیا۔ وہ اس میں ایسی نکلیں پھیلے تھے، جو اسے بے نیچہ بیٹا کی طرح دیکھتے تھے۔

اب اس کے رستے پر چلنے والی سیدھی رستہ ہے۔

چند دنوں کے بعد حضرت یحیٰیؑ نے ایک فرمان گاہ بنائی اور اپنے وارے
کھرنے سے ہاتھ ہل رہا ہوں۔ نہ احد کی پرستش کی۔ نہ احد سے پیار کرتے تھے۔
میں نے عرض کی کہ اگر آپ کے گھر سے بھی کسی کو چاہتے ہیں تو اس سے محبت
کرتے۔ جب وہ دیکھتے کہ اس کا بیٹا جو صف خدا کی طرف سے قدر و غلبہ ہے تو
بہت خوش ہوتے۔ لیکن بڑے بیٹوں کو یہ رویہ نہیں ہو چاہیے کرتے تھے۔

کس دن ممبرت خوشگوار تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہو چلی تھی مگر جو راضی سے ہے
یہ وہاں سے نکلیاں۔ رتی جاتی تھی۔ حضرت یعقوبؑ کے پاس بیٹھے
پھولوں کے آجے ڈھرتے ہوئے دیکھتے تھے۔ کس دن رومارک نکلیاں
مہتاب سے چھوٹے پروری تھیں۔ جیسے ہی حضرت یعقوبؑ نظر سپاہیے پر پانی
وہاں سے پھر سے پھر سے پھر سے، وہ تو مہتاب کی ماں کی سرری ہے۔
رے مہتاب، چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے
پنے باپ کے گھر میں بھینے چرتے ہوئے ماضی کا زمانہ پر مہتاب ان کی
آنکھوں میں مانتی رہا تھا۔



حضرت یعقوب کے ہوتوں پر گویا مہر لگاں تھی۔ ان کی نگاہیں بار بار زمین کے
 روئے زمیں سے ٹکر رہتی تھیں۔ انہیں اپنے پیروں کا تھکا ہوا چل چلنا
 سے عین دے تھے۔ سزاوارہ کیلئے راتیں بھی نہ تھیں۔ جب وہ آگے تو زمینوں، جوں
 کا جوش و خروش پر عین توجہ کا مسد صورت حال معلوم کرتے ہی وہ سڑک
 انتہا پر اڑکی طرح بیٹھ پڑے۔ ان کی آنکھوں میں خوب ترس و سرپرہشتی ہو
 تھی کہ تین ہزار سالوں میں جبر و پستی۔ وہ چند برس سے مذاقت کا جو پیش آمد
 تھا۔ تاکہ اپنے بیٹے اور دین کے بارہا کی بات پٹی نہ سکے۔ ماری خیمہ تھی پر شاہ
 طاری تھا۔ معتمد سلطان کی ہر سبقت کا پیش خیمہ ہی نہ تھا۔

بادشاہ بہت ہی دور معنیہ شخصیت کا مالک تھا۔ پھر بھی وہ اپنے بیٹے کی محبت سے
 معذب و مریں پسندوں میں کما ہوا تھا۔ مائیکے انیسویں کے لیے میں جو پائل رہا
 تھا۔ پٹی کے مقصد کا ظہور کرتے ہوئے اس نے حضرت یعقوب کو بتایا کہ اس کا
 میٹا، یہ بابت سے چاہتا ہے۔ وہ اس کے محل میں نہایت سخی رہے گی۔ ایک
 رشی کو اس سے روادہ وریا چاہیے ایسا تک کہ اس نے دین کی شاہیں سے حضرت
 یعقوب کا مصباح بننے کی خوشی کا سہا رہی ہو۔

حضرت یعقوب سمجھ گئے۔ حمد نے بت پرستوں میں شاہی یہاں سے
 معتمد کا تھا۔ دہریہ کی طرف سے بیٹی ایسا کی خوشیاں تھیں جنہاں وہ ٹھکرنا نہیں
 چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی جانتے تھے کہ خدا سے بغیر رند کی کوئی رندگی نہیں
 ہوتی۔ یہی وہ شش و پنج میں مبتلا تھے کہ ان کے بیٹے ہاں پر سے جان چاہا ہم اپنی
 من کا تھا۔ یہ شخص کے، تھا میں میں دے سکتے جو خون ہو۔ پہلے آپ سم کے
 مردوں کا تختہ رو، جب چاروں کی بھی رشی کی حویلیاں ملتے ہیں وہ ہم بھی آپ کی
 رشیوں سے شادیں کریں گے۔

یہ شہر کی خوشی نے قبول کر لی۔ تاہم تیسرے روز جب سب مردانے

رہ رہے تھے، وراثتِ تکلیف میں جتنا نچے تو دیندے کے بھائی کا وقت علم میں
 آ چلا ہے۔ چونکہ وہ ایک نہیں پناہ دوست سمجھتے تھے اس نے انہیں گھر گھر اٹھل
 مونے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ کی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بھائی کے ہوتے ہوئے انہوں نے
 ہر گھر کے مردوں کو ملو سے قتل کر دیا۔ پھر فتح کے نشے میں چاروں نے اپنے دوسرے
 بھائیوں کو بھی لے لے کر مل کر مارے شہر میں لوٹ مار مچا دی۔ یہ سب کچھ قی
 جلد ہی سوچا کہ خیمہ بستی کا نالوں کاں جمے ہوئے کیا ہو گا۔ سب بھائی اپنے
 وقت دورے جاتے اور خوشی سے پید رہتے تھے، قتل گاہ پر وہ سب میں یہود
 مددگار رہے تھے۔ پھر یہ بستی کے پکینوں نے بھائیوں اور بیویوں کی
 ساری سبیل جو عورتوں اور بچوں کی لپٹ و چار اور وہ بھاگے مارے تھیں۔ انہیں اپنی
 جگہوں پہ بٹھائے نہیں رہے تھے۔

حضرت یعقوب کے بیٹوں نے یہ سب سہم کو بٹھا دیا اور عورتوں اور بچوں کو
 جی ملو کیا۔ یہ سب بھائیوں اور حضرت یعقوب کے بیٹوں نے اپنے سے باہر ہو گئے۔
 وہ بیٹوں پر برس پڑے تم نے کیا کیا؟ میرے نام کو بگاڑا۔ ڈیوڑیا بنے میرا نام تم
 نے۔ ہمارے بعد ہی کتنی ہے۔ متاجی دگ میں آسوں سے شکار رہتے ہیں اور پھر
 پھر تم نے خدا کی بھی تو میں نے یہ میرے سینے میں چھپا رکھا ہے تم نے!
 شمعون نے پورا راجہ اپنی بیٹی کو برہمن کی کاٹھیا میں تیار کیا تھا۔ پھر
 اس نے دینک کو اپنی طرف دھکا دیتے ہوئے نرات سے کہا یہی تہاں بیٹی تم
 کا ہے؟ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں۔

خیمہ بستی پر خوفناک تاریکی پھیل گئی۔ ایک ٹھمیر تاریکی جیسے سب موت کے
 لرزدہ ہوں!

۱۰۰ باب

اس آواز

۱۰۰۔ ست بڑی بھاری تھی۔ مایوں نصائیں چھی سائی تھی۔ رون کا ہوا جھل پٹا۔
 اس کا رب حضرت یحییٰ کو اپنے چاہتا تھا۔ ان کے قدموں میں کے ہو رہے تھے۔
 اس نے خود کو ہر ہمت سے میں اور خیمے سے ہر نکل کے گہری خاموشی میں۔
 ان نانا اور دور تک نہ کوئی نہ بدیش نہ پتوں کی سرسری جھٹ جیسے ہر عام ن کے
 وجوہ کی میں تحلیل ہوا چکا، نہیں کوشش نہ چاہے۔ پناہ دیا نہ نیت نہ کچھ بھی
 تو نہ تھا۔ وہ بھاری قدموں سے قرآن کی طرف لپکتے چلے جا رہے تھے۔ ان کا
 ہاتھ مختلف خیانتوں کا دھنا ہوا تھا۔ نہیں بقیہ نہ تھا۔ نہ کچھ بچنے کے بعد
 خدا نہیں ضرور چھوڑ دے گا۔ اس دیاں سے نہ تھے نہ وہ مددگار ہو نہ مددگار رہے
 ہر بڑی قیمت میں پکار گئے خدا کے قدموں اور بے خبر میں خود کو تیرے دم
 ہر دم پہ چھوڑنا ہوں کیونکہ ہمیشہ اپنے بندوں پر فحش بناتے۔ تو نے اب ہم کو اور
 یہ کہتے ہیں کہ بڑے منصف ہے، ہم ہیں لیکن میرے بٹاں سے ہر چیز پہ پانی
 پھیلا دیا ہے۔ ہم نے تجھے ناراض کیا ہے۔ یقین تو سمجھیں سے ہیں تو تمہیں پیدا
 رہے گا تو ساری دنیا کیسے، سب کا باعث ہو۔ ہم نے تیرے پاس نام کی تخلیق کی
 ہے۔ خدا امیر کی نصیب معاف فرما۔ اے میرے خدا مند مجھے ترک نہ کر۔ تیری
 محبت اور شفقت سے رہے ہیں رہنے کے بعد تیرے ہفتے ہیں ہر زندگی میں گاہ۔
 رہ گئے روئے حضرت یعقوب کی ہلکی بندھائی۔ شدت غم سے ان کا چہرہ ہم قدر تھرکا رہا
 رہا تھا۔ کافی دیر تک خداوند کے تصور مند ہوتے رہے۔ مایوں اور بڑی
 نے نہیں اس حد تک مغلوب رہا تھا کہ ان میں ہر چہ کی سہارا نہ تھا۔
 قربان کا پرچہ بن گیا تھا۔ اس سے پورا جسم پہ نیکی جاری ہوئی۔ نہیں خدا
 کے پاس حضور کا پوری طرح ہوا ہے۔ خدا تو اس مطلق کے تصور میں ایک

ابھی باپ نے غزوہ دہلی سے ہاتھ قائم کر رہا تھا۔ چنانچہ انہیں محسوس ہو گیا کہ خدا
نے اُن کی اہل علم سے اٹھ کر یعقوب بن ماہیوی کی موت اور طغین کی مدد کی۔ وہ وہاں
گئے کہ خدا انہیں ہر رائے میں چھوڑے گا۔ وہ اچھا اور قادر ہے اور یہ عہد کبھی میں توڑ
ماتا۔ پھر انہوں نے خدا کی موت کو نہیں چاہا۔ ہر رہا تھا، یعقوب ستم سے نکل کر
بیت اہل ماجدہ اور وہاں اس خدا کی عین مذبحہ جو تجھے کس وقت دکھائی دیا تھا جو تو
میسو سے بچ رہا تھا۔

حدس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ماضی ہر روز رہا تھا۔ ناچنے رز رنے کے باوجود وہ صبر سے سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔ سپہ سالاروں میں حضرت یحیٰی بن جوں نے پر فائز کا عکس نظر آتا تھا۔ بچہ وقت پٹی کہاں وہ رہتا ہے اور جیسے وقت پڑا غمی یک جہاں تک حقیقت میں روحوں اور رہن جاتا ہے۔ وہ اپنے گئے یا غمی کا سبب بھی میر جیچا نہ چھوڑے گا؟ یہاں میں میر جیچا کی قید میں رہوں گا؟ تب تک میر کب تک قدرت مجھے امید دھاتی رہے گی؟ سناؤ، سننا نہ دیا، ات میں جھپ ہو تھا جس کے باوجود حد کی منسوخی اور وقت کے فرحت بخش احساس سے وہ کافی دیر تک مفلوظ ہوتے رہے۔

پھر وہ سمجھتا رہے تھے کہ مرزا حضرت سید محمد علی کے لیے کی طرف ہیں۔ آپ نے اس وقت ان کا دل میں طمینان سے لہریا تھا۔ پھر یہی وہ سب کے ساتھ پھر تو پہلے ہی دیکھتے رہے۔ ساتھ سب کے دل میں وہی دہشت رہی تھی۔ اس پر مرزا یہ کہ سب کے پیروں نے اس کی حرمت سے اس کی موت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ حضرت جنتوں کے پادشاهوں میں داخل ہوئے تھے کہ ایک گدھے کی بھرپور آواز غامض فضا میں گونج گئی۔ چرخ و مدھم روشنی طالعہ ریزی تھی کہ مرزا علی محمد یوسف بھی تک جاگ رہے ہیں۔ یہ سب کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ان کے بیٹے نے پوچھا: بابا! آپ ناراض ہیں ہیں نا؟ اس کی متشبہی نکلیں۔ پٹے پٹے کے چہرے پر



حضرت یعقوب سے نبیدہ سنگ میں چکی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا
 یعقوب کے ساتھ نہ وہ اس وجہ سے بیٹا چاہیے کہ اس کا خد مقدس اور غیہ رخص
 ہے۔ وہ ہر ہر رشتہ میں رہے گا کہ ہماری کس محبت کو جو ہم کس سے رکھنے ہیں
 مانی ہو چھینے لے

رضل روئے مئی ہر ریا بنے گا؟ سب مقامی لوگوں میں کس قتل و سارت کی خبر
 پہنچائی تو ہمیں ہلکا سا ہوا۔ مجھے تو یہ کہہ دو، یوسف کا خیال آتا ہے۔ وہ
 تو بھی بہت چھوٹا ہے، دیکھو کہ بیٹوں کی خوش خوشیوں پر وقت میری پیچھا رہتی
 رتی ہیں۔ سرچھہ مجھے گھورتی رتی ہیں۔ ساری شام مجھے بولیں گے کہ ہاں کہ ہاں میں
 سے ایک نہ بک ضرور میری روتی لے گا۔ اب میرے خد اس میرے
 باپ نے یہ بچہ ہم انوں، سبوں، ایک ہی شخص سے پیدا کیا؟ یہ سب بڑی
 گھڑیوں بات کا نتیجہ ہیں یہ سب ہمارے بیٹے ہیں۔

حضرت یعقوب نے بڑے اٹھ سے سر ہڈیاں۔ میں نے تو پتے ہی تمہارے باپ
 سے سرف تمہارا تھا، مانتا تھا۔ میں کتو چاہتا تھا تمہیں اپنی محبت مٹی مجھے تم سے کہ
 تمہیں حاصل رہے۔ یہ جو سات برس میں سے تمہارے باپ کی خدمت کی وہ
 چنگی بچے میں رہ گئے۔ سات سال کا طویل عرصہ یوں گزرتا ہے کہ دن ہو۔ میں
 نتیجے میں تھا، اچھا، باپ تمہاری جگہ یا وہ میرے نیچے میں چھوڑ گیا۔ ورثہ کی د
 کس رت سب رشتہ ہو تو کیا کیا بنے تھے جو کس نے نہ ہائے۔ بچہ کی یہ
 کس سے یہ سب بچہ ہر رشتہ رتا کتو مانتا تھا۔

حضرت یعقوب سے رضل کے رشتہ داروں پر ہتے مسووف کو پوچھتے ہوئے
 بات چاری رکھی۔ میں بیٹوں سے مٹی تو چھ سو نہ نہ ہاں۔ خد نہیں رہا رست پر
 ۔۔۔

رضل کے ضمیر نے اسے جھجھوڑا دیا۔ اس نے اپنے خاندان کے سامنے قرارت

موتے پہاڑ جیسے ہو۔ چنے باپ کا بت سن کر میرے پاس ہے۔ مجھے صوف
 رہا میں نے، تو یہ ہے کہ سب میں کس کا نام غر پر وہ نہ ہوئی تھی تو زندہ
 پہاڑ یہاں تباہ نہ تھا، کس نے میں نے کس بت کو ساتھ لے یا تھا۔ میں س
 قہ و شفقت و فضل اور اس پر تمہارے کامل ہیں۔ ۱۰۲ میں نے مجھے کس وقت است
 عظمت کا پورا یقین ہو گیا ہے۔ میں جان گئی ہوں کہ یہ بت صرف پتھر کا ایک ٹکڑ
 ہے۔ لیکن انوا ب میں سے چنے پاس نہیں رہوں گی۔

و ثناء میں حضرت یوسفؑ کی چار پائی سے رونے کی اور بھری حضرت
 یحییٰؑ کے نورانی کائیں اور یحییٰؑ کے سفیدی ۱۰۳

رخل نے اپنے خاوند کے بارود و پھیرے سے چھو۔ رہے یہ تو نہیں عرمت
 یہ وہ کا چھو۔ یوسف سے کس نے یہ قابل رحم حالت پر اشتیاق میں ہوئی، کس
 سے رت کو سے پنی چار پائی پر اپنے ساتھ لے لیا ہے۔

رخل نے ان کی رہتھو سے خیمے سے مہمانی و ملائی و پکار جو پہلے ہی
 کس شور سے گھر رہا گ چل تھی۔ کس سے چلے پر تئویش کے آثار مہیاں تھے۔
 یمن سب نے یہ علم ہو کہ تہ سرفراہ و سنبھالنے کیلئے بیٹا گیا ہے وہ کس نے
 سمجھا ہاں یہ۔ چونکہ عرمت حضرت یوسفؑ کے ساتھ پائی ہو تھی کس سے دونوں
 کے مہمان کے ساتھ اور سے خیمے میں چلے گئے۔

ذیرے میں غم کے مے بجائے چھوٹے و گہرے ہونے کے مے تھے۔ مے
 تھا یہ جھٹھکنے کے نہیں۔ مے یہ وہ کے رخت و مانتوں چہرے تنہا
 کے مقام سے ہڑیا کیا تھا اور مونا کدبان کے دل و مانتوں پر پھولی مونی
 تھیں۔ کس نے کی مسلسل یاد دہانی تھیں جو کہ جہمہ بنی پر مسدود رہا تھا۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے میوں کی خوش خبری میں وہ نصرت پیوت سب
 چھوٹے رنجی کس سے مس نہ ہو۔ رت جہی میں کاجوش شہد پر پٹا تھا اور



بھر رتی تھی قتی بدل گئی ہے۔ بیوہ کے ساتھ وہ بھی برے دکھائے ساتھ اپنے
کانوں کے صدروں وہ ایڈی ہی تھی دن میں ایوانوں کی ٹھنی ٹھنی سوتیلی بیوی
تھیں۔ تاہم سب نے مصرت عتوبائے حکم کی تعمیل کی۔ نیمہ قتی میں اس وقت
عجیب امر غری کا کام تھا۔ یہ طرف صندوق ورا بے جھاسر مطہرہ چیزیں ڈھونڈی
جاری تھیں۔ ہر ایک مخصوص ہونے درخت کے پاس دو گوں کی ایک بکلی قطار لگ
گئی جو پٹی ہاری کے تھوڑے تھوڑے تھے۔ حضرت یوسف کی بیوی خدیجہ کی سے یہ
سب منہ دیکھ رہے تھے۔ وگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ تھوڑے تھوڑے ہر ہر
قسم کے تھوڑے تھوڑے درخت کے پتے چھوڑے تھوڑے تھوڑے پھینکے تھے۔ وہ
جب حضرت یوسف نے دیکھا کہ ال کی ماں رضی نے بھی اپنے باپ کے ساتھ
اس تھوڑے میں بھینک دیا ہے تو ان کی کہیں خوشی سے ہنس پڑیں۔ وہ پھینکتے
کو دلتے پٹی ماں کے چہچہے بھگے ماں اب تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے
میں پھر اس کی توجہ ہونے سے پہلے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے
ماں میں ہریوں پر رہتی تھیں

رضی نے اس کے بھوے بھوے چہرے کو دیکھ کر مسکرتے ہوئے جواب دیا
مجھے کھر سے باہر رہا بہت پھانگتا تھا۔ وہ اپنی منہ کی بجائے کانوں بہت سی مارتا
تھا۔

ماں کو سب بھی بہت چھٹی دیکھیں بھائی ہیں۔ یہ ہے مجھے اور ماں کو سب
کی ہر کی سنا بہت چھانگتا ہے۔ اور ماں کو سب کے ساتھ بھی وہ سب کی بھڑ
کریوں کا ہونا دیکھتے ہوئے ہوں گے؟ سے ماں؟

ہاں بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے
کے بیٹوں کی دیکھ بھال رہا بہت پھانگتا تھا۔ رضی نے نہیں پوچھا سے پوچھا یہ
بہا جھادی خد میں یہ سنا دے گا۔ ہم سب سے پوچھا کریں گے۔ چپ ہے؟

سب سب آگ اپنے اپنے بتوں سے چھکار حاصل، چھتو حضرت یعقوب کے قلعے کو کوچ کا حکم دیا، تیزی کے ساتھ وہ سم سے بیت میں داخل ہو کر نہ سو گئے تھیں۔ قلعے کے حصے فر دکانیوں تھے کہ یہ رہنا کچھ تن ضروری نہ تھا۔ قلعے کے محفوظ بھی جان گئے تھے جب سے نگوں نے توبہ کی ہے تب سے کنعہ کے لوگوں پر نئی دیکھ بھال ہو چکی ہے۔ کسی سے نہیں بکھشتا تھا کہ باہر کا پیچھا کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

نیل گاڑی میں حضرت یوسف بھی اپنی ماں کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے حصے سے ذرا کم میں بہت سے سوکھ رہے تھے۔ وہ بار بار اپنی ماں سے پوچھتے تھے کہ ہم ۱۰۰ سے ملنے حیران نہ ہو جائیں گے؟ آپ ۱۰۰ جان دیتی ہیں نا؟ رقص نے ٹی میں سر ہڈیاں۔ میں میں میں نہیں جانتی۔ میں نماز جانتی ہوں کہ ہم بعد کی ان کے پاس جائیں گے۔ باقی ۹۹ بہت بڑے تھے وہ چھپے ہیں۔ تمہارے باقی تو نہیں ملے ہیں میں اس سے توبہ رہے ہیں۔ حضرت یوسف پھر اپنی ماں سے پوچھ گئے۔

حضرت یوسف نے ملے ملے کی مشکلات برداشت کرتا رہا، یہ تھے سورج اور ہفتی ۱۲ کے ہمیں منظر میں مسلمانوں کی حالت ۱۰۰ کاروں بیت میں پہنچے۔ شدت جدات سے حضرت یعقوب کے سونگل پرے۔ انہوں نے اپنے بیٹے یوسف کو وہ پتھر اٹھایا جسے انہوں نے میں اس پہلے یہاں سے تھیں کے طور پر ستموں سے تھیں۔ انہوں نے قمر بر رتے ہوئے فرمایا، جب میں حارن کی طرف بھاگ رہا تھا تو بہت دس تھا، بالکل تباہ ہے، بے گھر ہے، بے گھر ہے، میرے بھائی یوسف کو میرے خون کا پیرا تھا۔ وہ مجھے جان سے مار رہا تھا، جانتا تھا۔ اس کے بعد ۱۰۰ میں نے اپنے بڑے سے منہ سے دپ کو نہایت اچھی اور مایوس پھوڑا دیا تھا۔ یہ منہ میں نے اس کے محتاج

گھنٹس پہنچاؤں تھی۔ میں نے ہر دھڑ سے پنہاپ کا دل توڑا تھا۔ میں جاتے ہو
س بے چارگی کے نام میں بھی ہر غم مجھ پر طاری تھا۔

میں نے راتیں سوئی تھیں کہ میں ایک پرمسرت کھٹکوں میں۔ وہ میں پتھر
کے پاؤں اب سے بیٹھ گئے، حضرت چوہان سے ہوئے، یہاں، باطل و جہد
یہ یہ بھی، نہ گئی تھی جو سیدھی، نہ تک جانی تھی۔ وہ میں یہ بھی پر جاتے ہو
سب ہر شے تہمتے چڑھتے تھے۔ میں وقت حد نے مجھے یقین دایا کہ میں قہر
برکتوں گا۔ تیرے ساتھ رہوں گا، مجھے صحیح مسامتہ و پس گھر آؤں گا۔ میں
تجربہ سے ایک تو میری روں کا، وہ سب قوموں میں، مت کا، عرصہ، ہو گا۔

حضرت یعقوب کے بڑے بیٹے بھی ہڑے بہ سہا تیں میں رہے تھے۔ میں
میں کے چہرے، ہر قسم کے جدہات، ورنہ، ات سے، رکی تھے جہد حضرت یوسف
گھنٹوں کے بل ہو رہے تھے، کس جہد ہو دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے اپنی مٹھائیں
میں صرف تھاتے، پھر چھ ہوا، خدا، نہ بہت ہی پیاری ہے، ہر غم
مجھے پنہا رہنے کو ہے، ہر تو میں غم، رہا، رہا۔

حضرت یعقوب مسرور، آپ میرے پاپا، میں نے جہد بہت ہی وقت تھا کہ میں
جانتا تھا کہ خدا کی محبت، لفظی، عظیم چیز ہے۔ ہر خدا تمہارے ساتھ ہے تو
تمہارے پاس سب کچھ ہے۔ جب میں نے خدا سے وعدہ کیا کہ میں اپنی تمام
محبت، ہر قسم سے، ہر کام میں، اپنے آپ کو، بہت ہی ترقی سمجھتا تھا۔ میں دیا
کے، ترقی حضرت یعقوب، ہر طرح، یہ کہہ گیا۔ میں خدا، ہر کام کا سب کچھ چاہتا
ہے۔ میں ہر کام، ہر کام، ہے۔ میں کام، میں کی جوں کی تو سب کچھ

پھر میں نے خدا کے حکم کے مطابق، یہاں، یہاں، بنانا شروع کیا۔ حضرت
یوسف پنہاپ کو خدا کے حکم میں، رہنے دیکھ رہے تھے۔ میں خدا کے حکم میں
میں مصیبت میں رہا، نہ کی تھی۔ میں خدا کے حکم کی جو رچہ جہاں میں حضرت

یعقوب لگے نہ رہے ہاتھ رہا۔ نہیں نے مل رخصت کی پر سنش کی۔

حضرت یوسف کے اس پر اس وقت کا گھر ۱۰۰۰ خاص طور پر جب نہیں
معلوم ہو کہ خد نے بعد میں ایک ہار پھر نہ کے باپ سے معلوم ہو رہے
ساتھ اپنے محمد بنے گئے سے ہاندھتے تو وہ بہت زیادہ متاثر ۱۰۰۰

بیت میں میں قافلے کا پڑا دیر پر سوں و مرحلت بخش تھی۔ حضرت یعقوب کی
میریہ خوشی کی تکمیل ہوئی تھی۔ نہ کے بیٹے یوسف کے اس میں چپ باپ کے
میان کے جرات و رشادت کا حیرت انگیز وریہاں فرہز منٹے تصور کی تصور میں
۱۰۰۰ رزندہ خد سے محبت بھرتی۔

سب مل قافلہ مسرور و مطمئن تھے کہ چانک ہا تم و آہ و بکا کی اردناک
جو زوں سے نصا کا جن اور ہم ہم ہو گیا۔ اور وہ چل ہی تھی۔ اس کی موت کے
بعد سب پر یہ بات واضح ہوئی کہ حقیقت اس کا ایک بے مقاصد اور سے پورے
خد نے میں بڑی بیت حاصل تھی۔ ہو رہیں سپن ہاں نوچ ہی تھیں۔ پورہ ہاں
ری تھیں اور ہاتھ نہں رتی جاتی تھیں ے بہن دیورہ تم کہاں چلی گئیں
۱۰۰۰ پھوونہاں دیورہ متاثران خان بگ رہا ے ہاں ہاں ہاں ے پورے میں مہوون
کہاں ۱۰۰۰ ے ہاں ہاں پورہ پورہ کی مور ے کبھی بھی ڈیرے میں نہلی میں
۱۰۰۰ لگی۔

سب سے زیادہ صدمہ حضرت یوسف کو تھا کہ میں دیورہ سے بہت پیارتی۔ وہ
۱۰۰۰ سپن ہاں کی خاص و مست بھی تھی۔ ۱۰۰۰ سپن ہاں کی ہاں ہاں میں اس سے ہر پتے
تھے۔ ہاں کے تھے نہ نے تھے نہیں نے دیورہ سے۔ نہ کی سپن ہاں صاف دہائی
۱۰۰۰ ری تھیں بہت حضرت یعقوب کی غیب و بھی لگیں تھیں۔ دیورہ نہ کی بھی دیو
تھی جس سے میں ہاں ہاں دیورہ تھی۔ ۱۰۰۰ ایک بیٹے کی طرح اس کا حرم مرتے
تھے۔ اس کی نیپاں دیورہ رہے ہاں ہاں ہاں کے سو رہا تھا۔ یہ میں چانک

نہیں پہنچا رہے باپ کا ہوس یا کہیں خدا نہ رہے میرے خدا میرے باپ بھی تو
 تیار رہا ہے۔ یہ نہ ہو کہ ملاقات سے پہلے ہی وہ بھی اس جہان سے رحلت ہو
 جا۔

ہند جو نئی ماتم کے دن چارے ہوئے تو نہیں نے نور حسروں کی طرف دیکھ
 رہے پروردگار۔ بڑے بڑے سکون سر کے دوران بے قافہ کی پہاڑی پر چڑھ رہا تھا
 اس پر بیت لحم کا قدیم قصبہ واقع تھا۔ اس مقدس سرزمین پر چلتے ہوئے ان کی حوٹی
 کی تپانچھی کے چال تالے ٹوٹ کر جا گئے۔ یہ پریشانی کے کام میں پڑ
 رہی تھی کہ کیا یہ کاغذ یہاں ہے۔ رخصت ہو رہا ہے یا نہیں۔ یہ سے پتی بہن
 کی یہ حالت دیکھی نہ جانتی تھی۔ اے ان کے چھٹی کے کام میں اس کے ہوش و
 حواس ٹھکانے نہیں تھے، یہ نہ حضرت یوسف کی پیدائش کے وقت بھی بہت متنبہ
 پیشانی تھی۔ ہند نہیں رخصت کی جان کی فرم تھی۔

حضرت یعقوب سے ملنے کی نیت پر بھانپتے ہوئے مورخہ نے دیکھا کہ وہ
 تین دیہاتوں میں ہونے والے ہجرت کی تیاریوں کی تکلیف کے خیال سے کانپ
 کانپ جاتے تھے۔ رخصت نہیں ہوں وچیرے ڈنکے تھیں۔ حضرت یوسف خوف
 سے ہلے ہوئے اپنے باپ سے چمکے ہوئے تھے۔ انہوں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا
 بااکیہ رخصت ہو جائے گی یا نہیں؟ یہ وہ دوسری عمر تھی بہت پریشان
 ہیں۔ یہاں پر رخصت ہونی خیر ہے۔

باپ بیٹے سے ٹپ کی طرف مڑی ہے کی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ
 یہ تھی بہن اس سے پہلے کہ وہ خیمے میں پہنچتے ہوئے رخصت ہو چکا تھا اور یہ کہ
 سب کے دل میں گئے۔ یہ ان کے گھروں سے انہوں نے جھڑکی بندھی تھی۔ اس نے
 حضرت یعقوب کے ہاتھوں میں پڑے ایک پتھر تھامتے ہوئے کہا سرتاج اپنے
 باپ کا ہیں رخصت کرنے کا۔ ان رخصت تھی میرے غم کا خزانہ۔

حضرت یعقوب نے اپنی حقیقت یہی کہے نہ مومن تھے کو سینے سے لگا ہوا
 پر رہنے کے جد ہوتے سے مضبوط رہا۔ کٹے ٹیس ٹیس اس کا نام نہیں ہوگا۔ یہ میرا
 میٹا ہے جو قسم سے ہانتی ہوگا۔

پھر حضرت یعقوب نے ننھے نمن و یوسف دبا دیا۔ میں دیتا ہوں انہیں
 ورسٹیوں میں کہا اس کا دھبہ رکھنا یہ تمہارا بیٹا اور بڑا قیمتی بھائی ہے۔

جب وہ بصورت، جسم اس رخصت و نہایت چارہ تھا تو ماں و بیٹا ۱۲
 حضرت یوسف کو یوں لگا جیسے نہ دنیا بکھر رہی ہو۔ ماں خاندان و عیت کی
 ضامن بنی ہے۔ لیکن پھر اس حود کے منتہی ہی زندگی کے تمام نظام و رہنمائی
 جاتے ہیں ورنہ صورت رنگ بھڑک دیا ت کو لے طبع روکتے ہیں۔ ہر طرف ایک
 کمر مچی ہو تھا۔ حضرت یوسف کے ماں و باپ یہ بات نہیں دیکھی تھی۔ چون
 سو دہا ہوا سب و یک نہ یک دن اس دنیا سے غم و رخصت ہوتا ہے۔ اس کے
 ۱۰۔ ہر قسم غم و غم میں رہتے تھے تاکہ وہ نہ بھولیں کہ کمال حاصل کرنا
 خدا کے ہاتھ ہے۔ حضرت یوسف کا اسحق و ربیع یعقوب بھی ناموں کی میں
 رہتے ہیں۔ یہ فیما بین کے مستقل گھر نہیں ہیں۔ حریہ زندگی ہے یہ ایک
 ہیئت باطل چیز۔

جد و کا صدمہ لگتا شدید ہوتا ہے۔ نہیں پٹی ماں و باپ چھوڑ کر تپا ہوا
 نہ ۶۰ یرترین، ق کے باقیات دفن تھے۔ اس دن اس رخصت و زندگی سے
 باطل جاپہل تھی۔ تین تار حقیقت ہے یہ موت بھی اندھا ہے ہوا بھی وہ سب کچھ
 دیکھنا پڑتا ہے اس کا نشان میں جو صدمہ تک نہیں ہوتا۔

اب حضرت یوسف و زندگی کا مڑ بکودن کی خانہ دینی و تیلی ماں یہ تھی جو
 اس کی ماں کی جگہ بیٹے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ حضرت یوسف بنا مار پیار
 اپنے پیارے مومن سے بھی نہیں پرچھوڑ رہتے تھے۔ وہ بھی نہ لے دے

میں بھی تک یکساں رہا تھا۔ اس سے وہ ہمیشہ خدا کو جاننے کے متلشی رہتے تھے۔
 اس کے ہاں بھی بڑی خوشی سے خدا سے متعلق سب تجارت کے ہمارے میں اپنے
 بیٹے سے باتیں کرتے تھے۔ اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے
 یکساں رہنے کے بہت ہی قریب آچکے تھے۔

سنہ ۱۰۷۱ھ میں بھی پہچان کا مدت سے سب و شایق تھا۔ وہ دن جو حضرت
 یعقوب و حسرتوں و شہسوار کا دن تھا۔ ۱۰۷۱ھ میں حضرت یوسف کے خاں و نجیب کا
 دن تھا۔ ۱۰۷۱ھ میں جو چنگیز نے ہمارے باپ بیٹوں کی مدد کی تھی۔ ۱۰۷۱ھ میں
 عظیم الشان سب کا قتلہ و کار کا پناہ دینا۔ ۱۰۷۱ھ میں اس میں اصل ۱۰۷۱ھ
 کا بڑی رنج و غم سے متعلق یہ رہا۔ لوگوں نے حضرت یعقوب کو بتایا کہ ہمارے باپ
 بہت بیمار ہے۔ چاہے وہ اس کا مرچا ہو یا نہیں۔ ۱۰۷۱ھ میں اس سے بھی
 تک زندہ رکھا ہے۔

حضرت یعقوب نے اپنے چچا کے باپ کے پاس نیسے میں تہہ گئے۔ اس طرح
 بیسے عرصہ پہلے وہ اس میں داخل ہوئے تھے۔ پھر جنھوں نے بل کر لے گئے۔
 ہلکے بہت رہے۔ ہمارے چچا نے معاف کر دیا۔ ہمارے چچا نے معاف کر دیا۔
 میں نے تمہیں دھوکہ دیا۔ ایک نہ جسے باپ کو اٹھوا دیا۔ سے یہ تین دن دیا کہ میں
 یعقوب نہیں پس ہوں۔ میں ہر اہمیت پر پسو گئے۔ اس وقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔
 میں جانتا تھا کہ میں اس کا حق نہیں ہوں اس سے یہ باج و مرصقہ صبر کیا۔ میں
 خدا نے مجھے اٹھوا دیا۔ میں تمہارا منہ گار ہوں۔ ہمارے چچا نے معاف کر دیا۔

حضرت سحاق نے ہمارے چچا کے پاس سے اپنے بیٹے کے سوسو چھوڑے۔ اس کی
 اس کی نظریوں کے چہرے کے حضور و چہرہ رہی تھیں۔ صدارت نے محرم
 محسوس کی بیٹی اور ہمارے چچا کی نظریوں میں رہ گئی۔ انہوں نے بیٹے کو پہچان
 کیا۔ یہ وہی گھوڑا جو یعقوب کی موت کا جو میں برس پہلے چنگیز نے لے کر تھا۔

مل ہا تھا۔ حمد نے نہیں سنا کہ وہ بہنا دبا تھا، خود تاقادر مصطفیٰ سے برکت دی تھی۔ باپ کا بیٹی ہوئی مگر خوشی سمیرا ہو رہی تھی، اٹھ بیٹا ہر سکون سے بیٹھ چلا، مجھے بتا، کہ خدا سے تمہیں پسند ہوئے تھے؟

حضرت خلیفہ سنیہ تھے کہ خدا کا ایک مینا تو یہاں ہے جو ان کا سامان رکھتے ہیں، سو جو کچھ ان کا پسینہ بیٹا سوتا تھا۔ اس کو خدا کا بل دیال نہ رہا۔

۱۹۱۰ء۔ باپ میرا اپنی باتوں میں اتنے مجھ تھے کہ انہیں انیس کے مدرسہ حضرت یوسف کی موجودگی کا احساس نہ ہو۔ چنانچہ سوچے باپ اور دایا کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔

حارس سے وہ دن پر جب ہم دریا پہنچے تو میری سمت جو دے چلی تھی۔ مجھے اُٹھا کہ یہ سو ہم سب وہاں رہا ہے گا۔ میرے ہی فصول ہضم ہو گیا تھا کہ وہ 400 پاہیوں کے ہاتھ پہلے کی گھر سے رہا نہ ہو چکا تھا۔ عیسو سے ملنے سے پہلے مجھے خدا کے سامنے ان صورتِ شہادت سے محسوس ہوا کہ اپنا ماضی کے عظیم طور پر تھیں سے تو یہ اسے خداوند سے پناہ دے رہے تھے۔ ہوا، ایتین ہائے میرا جی چاہتا تھا کہ میں بول بولا ہوں۔ پس میں نے سب دوسوں کو کہ اپنے خاندان کو بھی پہنچا دیا۔ باپ تو جانتے ہیں کہ اس جگہ پر دریا کے پانی کا تھوڑا سا بہا ہے کہ کان پر نہ ہو، زبانی نہیں آتی۔ اس سے میں کچھ کچھ سمجھ گیا۔ پھر میں نے پکارا، حمد سے کہا ہے خدا سے خدا میں حاضر ہوں تو جیہ سلوک مجھے مانا چاہتا ہے۔

چونکہ یہ دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص مجھے ریاں سے پرہیز ہے۔ میرے سے اس کے سوا دوسروں چاہتا تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہوتا۔ میرا حریف مجھے ہار ڈالنے کے درپے تھا۔ جب بڑی نافرمانی حد تک بڑھنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ میں تو خداوند کے فرشتے سے کشتی ٹر رہا تھا۔ پھر میں جوں کی توں مجھے اپنے ماضی کو پیچھے



تیسرا باب

حمد

وہیں ہر تک وہی نہروں میں حضرت یعقوب کی خیمہ سستی پھلتی چھوٹی رہی۔
 سب سے پہلے بڑے پٹے کا لباس پہن رہا تھا۔ اس سے سب سے پہلے ریڑھوں پر
 چڑھنے والے اپنے اپنے کام کے لئے میں پہنچنے والی بھیج دیا کرتے تھے عمر کے
 ساتھ ساتھ ان کے خیالات کٹھماضی کی طرف بھٹکتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ
 ان کے ہاتھوں میں جو وہ دیکھتا تھا اس کے درمیان ایک بڑی تھی۔ جتنا بھی وہ
 حضرت یعقوب کو یاد آتی تھی ان دنوں یہ ان کے قریب تر ہوتے جاتے تھے۔

حضرت چوہدری، زمیندار، دیوہاں سے یہاں رہتے تھے۔ ان کا تھا۔ اب
 اس کے اپنے میوں کی شاہیوں کو چھٹی تھیں۔ وہ اپنے پوتوں کو لیتے دیتے
 پہلی خوش ہوتی تھی۔ وہ لگی کا اس سے متعلق رہتا تھا۔

یہاں اسوں کہ ایک دن یہاں تمام خوشیاں بکھر رہی تھیں بے چاروں روہن کی
 بیوی اس کے خیمے میں طوفان کی طرح جھمکی وہ انسان نہیں ہوتی ہے۔ اگلے رات
 روہن سرتاج کی حرم بہاہ سے ہم سفر ہوئے۔ مجھے تو اس نے میرے میں منہ
 دھانسنے کے قابل نہیں سمجھا۔ "حرم" سے اس کے یہاں بنے گا۔

یہ انے پٹی کو رہا تو یہاں اپنے اپنے مائل روک یا رہا جسے ہوں گے سے
 وہ وہاں سے صبر کر رہے ہیں بھوکے نہ روتے وہاں سے کھڑے رہیں گے۔

وہ لکھ جیسے عاقل و بردق اس کے ہونٹوں پر چھل پڑے، میرا پہلا صدمہ ہی نہیں
 بعد ازاں کا پہلا صدمہ چوہدری بکس قیدی کا رہا۔

سب سے پہلی مجبور عورت نے پناہ چاہی وہ دونوں ماتموں سے ڈانٹا یہ وہ پھوٹ
 پھوٹ کر رہ گئی۔ اس کی سہیلیاں فضا میں جبر رہیں تھیں وہ اپنی قسمت کو
 رہی تھی کہ وہ یہاں ہی قسمت چوٹی ہے۔ وہ سب تو اہم شمعوں کی یوں پڑ

ری تے اور اپنے شہ کا غصہ لے چا رہے بیٹوں پر تارری ہے۔

یہ نے اپنی چار سے منسا پونچھے۔ اس کا سانس ٹھکیا تھا۔ یہ تھا۔ اس نے بڑے چار کی سے تسلیم کرتے ہوئے کہہ کر رخصت کیوں کہ یہ بیٹوں کا دوسروں سے مختلف ہیں مجھے تو بہت پیرے لگتے ہیں یوسف ایک چھوٹا سا بھنگا منہ سے ہرکت دے۔

یہ حضرت یوسف کی صداقتوں پر ماں کا ساتھ تھا۔ اس نے بات چاری رکھی۔ اس شے کو سارا رشتہ دار راض کا سن اور شے میں ہے اور اس کا مضبوطی جو بھارت میں بنایا گیا ہے اس کے بھائی بل بل چاہتے ہیں۔ پتہ ہے وہ لکھنؤ میں ہے اور اپنے باپ کو دے کر سے یہاں بھی رہتا ہے!

تاہم یہ وہ سب سے بڑی بات تھی کہ اسے بات چاری چاہیے کہ نہیں۔ مگر ہر وہ بیٹا پڑی میں یوسف اور ہمیں بھی گھر نے لگے ہیں۔ یہی سطلی جو بیٹوں کے ۱۰۰۰ ویں سے ہونے کی بن کے باپ سے بوری ہے۔ حضرت ضحیٰ اور یوسف سے محبت تھی جبکہ رشتہ مصرت عتوب وچاق تھی۔ اس کے باعث اس گھر نے میں رہا۔ مست خالق پڑ گیا تھا۔ اور بھائی کچھ مارے گھر میں مورہا ہے۔

روہن کی بیوی کو رقتہ رقتہ مہم ہوئی تھی۔ وہ بڑی سی رورری سے یہاں سے پہنچی جو بھائی کے بھائی کے ساتھ یہ خیرت کرتے ہیں۔ میری بات یہ رہنا ایک نہ ایک دن بھائی سے ضرور جان سے مار ڈالے گے۔ جب بھی یوسف ان کے ساتھ نہ لگے۔ نہ جاتا ہے تو وہ کچھ دیکھیں ہیں۔ تے ہیں وہ سب باتیں اور اپنے باپ کو بتا دیتا ہے۔ خبر ہے ہونی یہاں تو وہ لوگ رکتے ہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ یوسف نے وزیر خزانہ بن گئے ہیں۔

یہ بہت سختی عورت تھی۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ رن رن تھی۔ اس وقت بھی تانا کچھ ہو چکا ہے کہ یہ وجود اس سے اور یہاں دیر فرما نہیں دیتا تھا۔ وہ ٹھکی اور

چرخہ کا تے گٹائی۔ یہ مہربان بڑی عجیب ہے جو فخر و غلبہ کی تعبیر بالکل صحیح
 بتاتا ہے۔

ابھی یہ بات ہوئی تھی کہ اس کی نظر دوراں سے وہ بن کے والدین رہے ہیں
 بہت غصے میں لگے ہیں مابا میں ٹرمک واقعے کی طرف مائل چلی ہے۔ اے
 چارے! آج تو چاروں میں پہلے سے صبحی زیادہ مٹا ہوا ہے۔ انہیں سب تم یہاں سے
 چلی جاؤ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہم دونوں کو یوں کھنچا لیں۔

یہ وہ بہو تھی جو روہاں سے کھسکی اور تین میں سردی مقبوضہ فیصہ میں
 اصل ہوئے۔ مشغل سے بٹھتے ہوئے انہوں نے بڑے غصے سے کہا میں نے فیصلہ
 یہ ہے کہ جو سفید بیسے ایک چوندہ وہاں پر پہنچی رخصتی روئی جائے گی
 بیسے میری دیکھو ہوتا ہے۔ میں نے زیادہ دیر تک برداشت نہیں سہتا کہ وہ
 اپنے بھائیوں کے ساتھ کام لے۔ ان کی صحت کے حق میں کچھ نہیں ہے۔

یہاں ہاتھ بڑی مہارت سے چسپاں رہتے تھے۔ ہنر کی نینم دن سے کہہ دو
 وہاں مگر میں دیکھتی تھی یہ تو بہت کاکھ سداں ہوگا کہ رٹ رہا ہے۔
 یوسف کی دیکھو سے یہ وہ دل کا پیسہ گا۔ بھائی یہ سب کچھ یہ برداشت کریں گے
 اس نے رٹ کر اس ہی میں مستی دے غداں نہیں کسی اور مصیبت سے
 محفوظ رہیں

نہیں چھلتا ہوتا ہے فیصہ کے پاس ہے۔ اپنے شوہر کی توجہ ماضی سے
 ہٹانے کی غرض سے باہر سے چار میرے چاند اتر رہی ہیں دھن تو ان
 تھیں تو فوراً مان گیا اور پاپ کی قدموں میں بیٹھ رہی یہ ساری دھن چھین
 لی۔ اس کی گول مثل مٹھوں میں بد کی پست تھی۔ جب وہ مسری بجا چکا تو بڑے
 شتیاق سے اپنے پاپ سے پوچھنے لگا ہوا میں بھی اس کی طرح کچھ نہیں چاہتا

میں نے؟ بتاؤ، وہاں بہت خوبصورت تھی یہ اور خوش مزاج بھی؟ یوسف نے
 مجھے بتایا ہے وہ وہاں بہت ہیں کہ اس کے بھائیوں سے ملنے کے لیے وہاں بھی
 تھا۔

یہ نے ثابت میں رہا ہے، بیٹا! یہ سب بھائی ہیں، تمہاری ماں بھی جی
 سہ کھانا پکاتا ہے۔ میں وہ بھائیوں کے لیے بھل بہت کچھ کرتی تھی۔
 رخصت خوبصورتی کے لیے ایک مسدبی بن گئی تھی۔ ہر شخص اس سے
 شادی مانگا کرتا تھا، اس طرح بڑی بہن کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتا تھا۔ یہ نے
 خد کا شکر یہ کہ اب اس کا رقم ہر چاہا ہے۔ اس سے مراد بھائی جب سے یہ کہ
 وجود کے یوم میں اس معاملے سے اس کی زندگی کو لٹا جیون بنا رکھا تھا۔

نہیں، بڑی بے چارگی سے اپنے آپ کے قدموں پر وہاں سے یہ اور یوسف
 بھائی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دلہن ہمارے پروردگار کے بڑے اور دانا خد دیکھا
 تھا۔ اور جب اس نے تجھے کے لیے میں نے چاہا ہے تھے خد نے نہیں بتایا کہ
 اسے بگ حلقی سرزمین میں 400 برس تک عادی کی زندگی کریں گے۔

اس دن میں خد نے تمہیں یہ بڑی قوم کے گارڈین نہیں بنے، ہٹن
 وہاں سے گئے۔

پھر وہ چلے گئے، چلے گئے، اس کا آپ اس دن نہیں سن رہے۔
 اس نے اپنے بڑے بھائیوں میں سے ایک کو اپنے لیے چاہا، یہ نام جس ملک میں
 بنائے گئے، وہاں سے وہ بھی جیسے وہاں کے لیے جب یہ سب بڑے ہو جائیں
 گئے؟ وہ ملک کون سا ہوگا؟

جوتیں اسے وہاں کا نام یہاں سے جنوب کا چہرہ ایک سرخ ہو گیا۔ وہاں
 وہاں کے خیمے کے دروازے سے صاف نظر آتا تھا۔ جب اسوں سے دیکھا
 کہ بہت ہی عورتیں ہر پھر سے اپنے اندر داخل ہو رہی ہیں، وہاں سے اپنے کو مٹا

ہاتھ پتھرتے ہوئے کہا چھو! اور کھینچو کا دو۔ اس نے بارے میں پھر بھی بات کریں گے۔ ہاں فریوسف ہوتا ہو گئے۔ وہ قلموں قباحت نے بیٹے کی۔ یہ اس کا باپ کی۔

نہن خوشی سے ناچنے لگا فریوسف بھائی وہ قلموں قباحت بہت چھکی گئی بڑا بھی کی تو بڑی پیاری ڈاڑھی بھی نکل رہی ہے۔ بیٹے سے جب میں 18 سال کا سو ہواں کا تو میری ڈاڑھی بھی نکل گئی۔

یہ ہے حضرت فریوسف نے نہایت خوبصورت قلموں قباحت پر امیر نہ پوٹا کی طرح نیل ہوئے رُحسے تھے۔ خوشی حضرت فریوسف نے سے پہنان کی جو بصورتی و چارچند لگ گئے۔ اس نے بھائی تو پہنے ہی اس کے دشمن ہو رہے تھے۔ جب فریوسف اس تیزی باس میں دیکھا تو وہ جل بھن گئے۔ بیٹا اس کا سامنے آتا بھی بھی یوں کو ایک ٹکڑے بھی تھا تھا۔ روبن سے تو لڑتے سے یہاں تک ہر دیا تھا پہلو تھا میں ہوں و رخصت یہ تو پہنا میرا حق ہوتا ہے یہ اندر رشت میں ہوں و رخصت ایک پور ہو

حضرت فریوسف احتجاج کرنے لگے۔ اس کی گھبراہٹ مس رہی۔ یہ تو مجھے وہاں کی طرف سے ہے

تو بھی اس باس میں حضرت فریوسف جو وہ اپنے بڑے بھائیوں سے ہر آنکھنے لگے تھے۔ جب وہ اپنے بھائیوں کو اسے ضرورے پیرے سے دیکھنے جوں کی جھٹکی سے ہازوں تھے تو انہیں حویلی قوی تھی۔ یہ بھی وہ اپنے باپ کی سگ کا تار تھے۔

حضرت فریوسف کے اس روپ نے بھائیوں کی نمرت و رنجش و ہز کاٹنے میں جتنی پتیل کا کام آیا۔ دن فراتے ہوئے گامچال تو وہاں گمان ہے شہرے کا تم سمجھتے یا ہو اپنے آپ کو قمری۔ چند روز پہلے میں نے شہر

خوب غارتھانا تم سے ہمیں صاف صاف یہ بتانے کی دشمنی ت کہ مکہ دن تم
ہم سب پر حسرت ہو گئے۔ یہاں ہی رہنا

مکہ کے بڑے جھوٹے در میں حسرت یوسف کی نقل تارتے ہوئے ن
کے ساتھ دوسرے سنو امیں نے ایک خوب اچھا ہے کہ ہم سب گندم کے کھیت
میں پورے ہندوستان میں۔ تھے میں جانتے ہوئے ہو ہمیں پورے ہندوستان کھڑے
ہو یہاں رہنا ہے پورے ہندوستان کے لئے گھبراہٹ ہو یہاں سے خبر دیا۔

حد غصے سے پیدا، تنگی پہ یہ ہمال دے سے نکال دو کہ ہم کبھی تمہارے
سامنے چلیں گے۔ پھر اس نے حضرت یوسف کے پیروں پر چھوئے ہوئے تھا
تمہارے یہ خوب تمہارے غم کی پیدوار میں۔ بد معاش تمہاری اس جرأت اور
بے باکی سے مجھے شدید نفرت ہے

زبولون نے حضرت یوسف کی بنوؤں کو بڑے طنز سے چھوئے ہوئے کہا تو تم
باپ کی نقل، اچھا ہے۔ نہیں نے بھی یہاں اچھا ہے۔ یہاں تھا۔ ظاہر ہے کہ اس
ریاضہ خوب دیکھے چاہیں۔ پھر روبرو روبرو گیا۔ ہر تہ بہ ہر خوب سے تو اس
یہاں کی بات طبع عتیق ہے کہ ہم پر خلوصت ہوئے۔ حاکم دوسرے یوسف اور
اور خوب سوا اس میں تو ہمارے ماں باپ بھی ماں جاہ یوسف کے سامنے جھکتے
خضوع کرتے ہیں

رحمت مجھے میں دوسرے نوحہ یوسف کے سامنے دیکھی اور میں نیسے لگا میرے
بھائی امیں سے ایک اور خوب اچھا ہے۔ اس میں ہر تہ چاندور گیا ہر تہ
میرے لئے بھلا رہے تھے۔

زبولون نے حضرت یوسف کے گلاب پر صہ پچھارنے سے بھی ہاتھ ھٹا دی تھا
کہ حضرت یعقوب کی رنج اور غم کی کچھ شمر ہو۔ حسد پیوں کی نگرانی
رہتے ہو۔ مرد دوسرے اپنی ننگی قامت رو۔

پھر حضرت یعقوب نے وہاں کو کھانے کی نظر میں سے دیکھ کر سب کو
وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ پر اس حکم پر جو وہاں کی بھاری چوکیاں میں سے چلے جا
تھیں سلم کے نور میں بیٹھ گئے۔ میں پڑھنے لگی اور اس کی یوری سے وہ دھندلا رہی
۱۰ بیٹھ بھالائے تہاں سے ساتھ بچے اس گاتھیں میں بیٹھ بیٹھے کافی تیار رہی رہی
سو گئی۔ اور ہاں جب سلم کے قریب پڑا وہ وہاں ہو گیا۔ رہنا ممکن ہے 10 سال
رہنے کے بعد بھی وہاں گاتھیں۔ بھولے ہوئے۔

علم کی بات ہے کہ اس نے دل پر بیٹھ گئی اور سب کے منہ بند ہو گئے۔ حضرت
یعقوب ان باتوں سے گھبرائے۔ وہاں سے نظر ماسطہ لے میں جا رہے تھے۔ اس کی
آپنی بیٹے وہاں سے گئے۔ یہ وہاں گاری میں بیٹھنے سے پہلے کا زمانہ۔ برقی اور دوسری
صورت کی چیزیں ۱۰ سال میں وہاں رہا۔ ۱۰ سال۔ اس سے سب کا بچہ بہت اچھی
طرح سے لکھا رکھا ہے۔ تمہیں مزے دیکھنا چاہئے۔ رہے۔

سب بھائی سپنڈپ کے ساتھ بحث میں پڑ گئے تو حضرت یوسف نے موقع
غنیمت جانا اور وہاں سے پیسے سے بھٹک گئے۔ کمال برن طر گھاس تھوڑے
سب معصوموں کے شہید مایوں ورتوں کا شکار تھے۔ یہ تو سب اہل انہل خدا کے
قریب سے جانے کا دعوت بن رہے تھے۔ اگلے ہی سال میں جا رہا وہاں کے جس
رہیں پر آ گئے۔ اپنی قریبی مایوں اور بیٹے پن و خدا کے حضور ٹڈیل دیا۔ کافی
دیر تک وہ اپنے پیپہ کے خداوند کے حضور جھکے رہے جو محبت رحم و رونا کی
مرہم تھا۔ حضرت یوسف نے ایسا یہ کہ وہ بچہ بھی ہو جائے وہاں کی قیمت پر
بھی اپنے بھائیوں کے اقتضائے قدر پر نہیں چھوڑے۔ خدا کے قریب نہ رہنے سے
اپنے پیپہ کی پوری رات تھی۔ سوں نے رات بھر ہوا دعاں کے خداوند مجھے
توفیق دے کہ میں تیری مرضی کے مطابق ورنہ قریب میں رہنا نہ رہوں۔

پھر وہاں پر بھائیوں کا مصداق ترے گا۔ جو ان کا پیپہ طرہوں سے جھل مو

مذہبی سرپرستی بڑھ گئی ہے اس لیے تیری مدد سے ہمیں یہاں سے مٹنی چھوڑی جانا پڑ رہا ہے۔ بدلتی ہوئی صورت میں رہنا کسی نے نہیں دیکھا، مگر حق مسلم میں کچھ رہا ہے۔

وہ صبح بڑی پہانی تھی، اس روز یہ قنداروں سے بھر کر چوڑے اور بھاری
 بڑے منقسم نذر میں جا رہے تھے۔ جب انہوں نے کوئی یا تو دو تین سرفروں کا
 باؤں ہی نصیب ہوا تھا۔ اٹھ بیوہ ماں و نیاں گاڑیوں پر بیٹھے سوار ہو کر سے وہ
 فتنے سے بھل ہو گئے تو اسے دکھ کا سانس یہ ملتا تھا کہ جلد ہی مار بٹرن ختم ہو
 جائے گا اور وہ فتنہ رحموں نے مرہم رہ جائے گا۔

دس مکتوبوں اور غنائیوں میں تبدیل ہو گئے ہیں حضرت یعقوب کے مکتوبوں کی
 ہائی جہ ندی۔ دیر سستی کے کہنا میں بے چسپی ہوتی چلی پڑی تھی۔ سب نے
 بھاریوں میں کشت پریشان تھے۔ یہ شام کھانے کے بعد حضرت یعقوب نے یہ
 سے چند حدیث کا خلاصہ لکھا۔ یہ خود جہ سے ہم کے توحی کا ان کے ہاتھوں نے ان کے
 ہاتھ یا سوک یا ہو گا۔ اسی تہ جہ سے میں ہیں ف حد نہ رہے، خود نہ رہے
 میں نے بھاریوں کے ہاتھ بڑھائی گئی پر نظریں جمادیں، پھر فیصلہ کن مدد
 میں پڑے، میں پڑھ رہا تھا دوسرے نے بھیجتا ہوں کم رکم وہ مجھے ان فیصلہ کی
 بہت ۱۱۱۔ گاہ میں کہیں جہ، مجھے چاہیے ہے گا۔

شوہر کی محبت نے یہاں کے دل میں جوش مارا۔ اسے یہ جان کر بہت خوش ہوئی کہ وہ سب بیٹوں کے پیار سے رہتا ہے۔ تاہم اس نے دبا دبا کر انہیں پناہ دے دی۔
بھی خیر ہو گیا۔ سوچا کہ اس کے لیے فوجوں سے یہ ایک بڑا کام ہے۔
خیر۔

سٹر فارمضرت یعقوب نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بھیجی دی۔ جب حضرت یوسف نے اس حکم کو مات رحمہ مددی سے قیام ریہ روپ کی خوشی کی مٹھاندری۔

غیر ہمت صبح نے حضرت یوسفؑ پر رونہ ہو گئے۔ وہ نہیں کو خدا کا لفظ کہتے
 اپنے تاش ر رہے تھے کہ وہ وہ خود ہی ان کے پاس پہنچا۔ اس کے ایک
 ہاتھ میں مشرنی اور دوسرے میں لہسن تھی۔ اس نے انھیں خوش سے چمک رہی
 تھیں وہ وہی سے چار رہے گا یوسفؑ بھائی یوسفؑ بھائی! بھو میرے
 مدائن کا نشانہ نہ تھا پھر ہوا ہے۔ وہ ہمارے درمست پر بھو دیکھ رہے ہوتا؟ میں بڑ
 ساری سے اس کے تے کا نشانہ لے سکتا ہوں لہسن کا پتھر ہوتا ہے سیدھا چار
 تھا۔ پر گا۔

مدائن زمین! مجھے ہم پتھر پہنچ چکی رکو میں سمجھا رہا ہوں۔ تم پناہیں
 رکھنا

زمین! یہ حجت یہ۔ ہوا میں صی یوسفؑ بھائی کے ساتھ چار گا۔
 مجھے جانے دو ہوا!

حضرت یوسفؑ سے مسرت تھے ہوا۔ کہا جانے وہ زمین بے خوف مت۔ مسلم
 بہت دور ہے وہاں پہنچتے ہیں مجھے بہت دن نہیں گئے۔ اس کے علاوہ رات بھی
 دھرمات ہے ہوا کہ وہاں اور جنگل چاروں نے بھی رط پر ہے۔

حضرت یعقوبؑ نے یہ سن کر ثابت میں نہ ہوا در زمین کے کدھوں کے رہا
 پہنچا ہوا سال کے سے ہوا۔ یوسفؑ پر چار رہا ہوا۔ چھ پھر ہوا کی پر
 یہ دھن نہ وہ۔ یوسفؑ جتنی جدی سر پر چارے کا قی کی جدی کوٹ بھی آئے گا۔
 حضرت یوسفؑ نے پہنچا بھائی گئے نے گایا اور تنہا بنے خدا تمہارے
 ہاتھ ہو پھر میں گئے۔

ہوا پر پہنچے میں ہوں بات نہ ہوں۔ ہوا کی خاموشی تھے حضرت یوسفؑ
 جدی سے ہوا نکل گئے وہ نہیں دی دس دھن نہیں اور تک نہ فی دیتی رہی۔ ان
 تینوں میں سے کسی کے ہوا ہوا میں بھی نہ تھا کہ حضرت یوسفؑ حرمون کی وادی

میں پھر بھی نہیں دیکھتا۔

وہ دنوں میں مشکلات ہوتے رہتے، وہ جب سلم پہنچتا تو وہاں کے
بھائیوں کا نشانہ بن جاتا تھا۔ جب ان کی فکر قدمہ پر پڑتی تو اس کے وجود میں ایک
مراہم اور گنتی کے کاغذوں میں ہاپن یہ تو رگونڈی تھی۔ یوسف سلم کے
شہر کے کی طرح گناہی گرامش میں نہ پڑ جاتا۔ اس سے خبردار رہنا اس کے باعث
موتوں کی زندگی تباہ ہو چکی ہے۔

بھی وہ فیصلہ نہیں دیتے تھے کہ کیا کریں اور یہ نہ کریں۔ یہ وہی ہے۔
بتایا کہ اس کے بھائی وہاں سے جا چکے ہیں اور یہ کہ اس نے انہیں ہتھ سا تھا کہ اب
وہ تیس ہوتے ہیں۔

یہ سمجھنے کے بعد یوسف نے گھر آگئے۔ انہوں نے یہاں کے بھائی سلم
کے گھر کے قریب سے نکل چکے تھے۔ وہیں جانے سے وہ دن سے ملاقات
نے سے جانتے تھے۔ ان کے طعنوں سے بھی جو سبب کی طرح ان کا پیچھا
رہتا تھا۔ میں پھر نہیں نے سوچا میں گھر نہیں جاؤں گا یہ خود بخود ہوا کہ
بھائی اس میں ہیں۔

تا کہ وہاں کے ہر وجود وہ اپنے بھائیوں سے محبت کرتے تھے جس اور وہیں
ان طرف رہ رہا گئے۔ جب یہ دن نظر آئے تو انہوں نے پڑی تو ان کا دل خوشی
سے بھر رہا تھا۔

مرد نے پڑا تھا۔ جب انہوں نے پھینکا ہے وہاں تھے اور وہ انہوں نے کچھ
نہ سنے پڑتا ہو نظر آ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ دن مت چل پڑا۔

اس کے بھائیوں نے وہی سے ایک تہ شمس کو دیکھ دیا۔ اس پر نظر پڑتے
یہ اس کے دونوں میں سون موئی نمرت ایک دم جاگ اٹھی۔ وہ ان نے ہنسنے کہا وہ
دیکھو وہاں دیکھو۔ پھر آ رہا ہے۔

سب کے سب ایک سو زموں پر پڑ گئے، چپو اس سے جان چھڑا نہیں۔ ہمیشہ
 بیسے کے کا خاتمہ ہی رہا۔ بوجھ کا سے وہ سبکی جا رہا تھا یہاں۔

بہنہ قہقہوں میں غصہ کی آہ رگڑتی پکڑ، ہم دیکھیں گے کہ کس کے خوابوں کا یہ
 مقرر ہے ہا ہا ہا، رہے پھر وہ ہم پر صدمہ پڑے گا ہا ہا ہا۔

کس وقت رہن کو پٹی جان کے، بے پروا ہوئے تھے۔ حالت قابو سے باہر
 ہوتے جا رہے تھے۔ وہ سب سے بڑھتے۔ کس پر یوسف کی فداکاری کا مدد ہوتی
 تھی۔ اس نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کہا، منہ سے جاں سے میں مارتے
 بدنامی کی قربانی دے رہے ہیں پھیل پھیل آتے ہیں۔ دیکھو سے اہمیت نہ دینا، بس فرار
 اصرار کیا۔

کس کا رہا تھا کہ جب توں بھی جس پس نہیں ہو گا تو، حضرت یوسف ہوجا
 وہاں ہاپ کے پاس بھیج دے گا۔

اگر حضرت یوسف اس سازش سے مطمئن ہے کہ ہاپ کے تمہاری تمہیں وہ بھروسہ
 کی محبت میں لگے گی، بڑھتے جا رہے تھے۔ نئے پاؤں کی طویل سفر میں
 بری طرح دشمنی ہو چکے تھے کس نے چوں میں قدرے ستر ہٹ گئی تھی۔ کس کے
 مومنوں پر چڑھن کی جی جی اور سخت یہاں لگ رہی تھی۔ بھائیوں پر نظر پڑتے ہی انہوں
 نے ہاتھ بٹیا، وہاں ہی سے زوردار جہیز میں سدھ گیا۔ لیکن جو اب میں گھمبیر
 خاموشی اور بھائیوں کے رشتہ چمکے دیکھ رہا ہوں، کمال کانپ رہا۔

پھر وہ آواز نہ سنے بھائیوں کے ہاتھ پڑے وہاں تو تم یہاں، ماری جا رہی رہے
 گئے سوئے نہیں نے حضرت یوسف کے نام سے نکلنا، کھینچ رہا تار کی۔ وہ
 اٹھ رہے رہیں پر تار پہ۔ شمعوں نے بنا بھاری پاؤں کی نالی رہاں پر رہا ہوا۔
 بھائیوں نے سے ایک دن پہلے رہاں سے حضرت یوسف کو کس رجسٹر دیا۔
 شہنشاہی میں حضرت یوسف نے بھائیوں کا مذاق سمجھتے تھے یہاں بوجھ

حقیت نظر سے سامنے چلی گئی۔ نئے سامنے مارے بھائی نے کتاب مو
چھینے تھے۔ وہ نئے بھائی نہیں جانتے تھے کہ انہیں جان سے مارنے کے مار
پے تھے۔

شمعون نے اپنے چہرہ نئے قریب آتے رہے۔ کار ہم تجھے چاہ سے مار
ڈس گئے درجہ پتہ تک نہیں چلے گا۔ ہم نہیں بتا دیں گے کہ تمہیں کی درد سے
نے پھڑکھڑایا ہے۔ ہوا ہوا ہوا

سب بھائیوں نے اس کے رائیبر ڈال دیا اور وہ چل دیا خوب دیکھنے والا
اور حکم مارا ہوا یہ چار ہوا

حضرت یوسف کا خوف کے مارے بر حال تھا۔ نہیں اپنے سامنے موت نظر
رہی تھی۔ خطے میں میری چاہ بخت ہو۔ ہوا کی خاطر مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے
رہا رہا رہا پر رہے تھے۔ سکیوں سے ن کا پورا وجود گھاپ رہا تھا۔ میں تم سے
صحت رہتا ہوں۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔

لینیں بجائے رحم کرنے کے وہ اس کی منت مانتا نہ تھا۔ تار تار سے مار
کی لہر دپہ اپنے کان بند رہے، پھر بڑی بڑی جھکی سے انہیں ایک حشر ٹوکس میں
پھینک دیا اور خود پاس ہیٹھاٹ کھانے میں بیٹھ گئے۔

حضرت یوسف وہاں آکر اس صاف سانی آئے رہی تھیں۔ وہ اس خیر سے
رہ گئے کہ بھائی کو مجھے جان سے مارا دینے پر تھے ہوئے ہیں۔

پہلے باب

مصر کا سفر

کافی دیر تک بے رحم بھائیوں کی رخصت ہو رہی تھیں حضرت یوسف کے کانوں میں
 پڑتی رہیں۔ ان کے خوفناک قہقہوں کے دماغ کی رگیں پھاڑ رہے تھے۔ بھائیوں
 کے چیلے وہ تیس میں ہنسنے لگے۔ ایک خستہ دل سے یہ جیخیم اس کی گھمبیر
 خاموشی میں بدلتی۔ نہ کافی دیر تک طاری رہا جس سے حضرت یوسف نے
 اندر زوگی کیا کہ بھائیوں سے چھپے ہیں۔ اڑھے ہیں۔ وہ بچہ سے کانپوں
 پر ہر طرف سے اٹھ رہا تھا۔ رڑے ہوئے کدو پھل چکا تھا۔ اس کا سر اس سے پھٹ
 رہا تھا۔ پیاس کے حلق میں کانٹے چب رہے تھے جس سے قیمت میں اضافہ ہو رہا
 تھا۔ نبیوں سے اپنی پسلیوں تو ہیں، تھو سے چھوڑنے کی سی ٹیس ٹھکی کہ ہانس و ہپ
 کا پیرہن رہا ہے۔

یہ مسماں تکلیف توں تلخی کے مقابے میں چھ بھی نہ تھی جس نے رگ
 رگ میں زہر چھڑایا تھا۔ وہ کانپنے لگے۔ ان کے دل میں چنچلہ اصفیت بھائیوں
 سے غصے نفرت اور عقاب کا ہل پر۔ اس سے پہلے تو ابھی یہ نہیں سوچا تھا۔ ان
 کی روح اب بھی کسی چیز سے تگ لگائیں وہ نہیں کیا تھا۔ وہ وہ نہیں چنچلے پ
 کے خد پر بھی ست غم آ رہا تھا۔ یہ انہوں نے خد کی مرغی کی مطابق زندگی بسر
 نہیں کی تھی۔ رچا ہوا چاہتے تھے۔ کہ ان کے دل میں ان کے بھائیوں میں وہ خط سے
 سے رہا ہے کل بھی وہ سلم سے قاسم کا سر کے ان کی نیریت معلوم کرنے سے
 تھے۔ یہ سب کچھ محبت ہی تو تھی۔ خد کی محبت، باپ کی محبت، سب سے بڑھ کر ان
 بھائیوں کی محبت جس نے انہیں یہ سب چھوڑا۔ پر وہ کیا تھا

رہے ان کو فنا کا تاریکی میں جہاں ان کو صرف ایک لٹے ہوئے
 رنگ رہتے تھے، طرے طرے دیوتا آنے لگے۔ انہیں میر خد بھی ان

یونان کی مانند ہو جو لوگوں کو بیت پہنچا رکھیں گے ہیں۔ حضرت یوسف نے اپنے بچپن سے ہی ہاتھوں میں تھریا۔ یہ واقعی خد کا جوا ہے۔ یہ وہ حضرت برہم، حضرت شوق و حضرت یعقوب کا خواب کی تھریا؟ کم رکم میں سے تو خد و حق تک نہیں، یہ وہ رندوں کی زری تھی ہے

وہ چند دیر سوچ میں ڈوبے رہے۔ موسوں نے نہیں ٹھک رہے تھیں کے اور ہے۔ ہٹا ہٹا کہ چاک و چوک سے سپر و صحت کا بگلی طور پر پنے نوک میں تھے نہیں یہ نہیں ہوتا۔ حضرت برہم نے اپنے گھر کے خد کو بھی ایک جواب کی خاطر اپر نہیں لگایا۔ یقیناً خد نے پڑھا ہوا تھا۔ اور جب نہیں کہ باطل کی جگہ پر جائے کا صمد تھا تو یقیناً خد ورن کے درمیان عطا کا مضبوط بندھن تھا۔ وہ اس سے جدا نہیں ہوا کرتے تھے۔

یہ پہلے ہی حضرت یوسف پر یہ بات واضح ہوئی کہ خد کی رہوں پر چلتے چلتے کے پر ۱۱ برہم نے سپر خد وند پر ہر رونا اور اس سے محبت کرنا بھی یا تھا۔ رہا نہیں کے یہاں کی مضبوطی کا باعث بنتی تھیں۔ یہی حد تھی کہ خد نے نہیں اس وقت تک ۱۰ عطا کی جب تک کہ وہ ان کی بیوی کی عمر سے زیادہ نہ ہوئی۔ پھر اس نے انہیں حضرت شوق بخشا تاکہ وہ خد کو درمستق خد ہے۔ ایک قابل عطا ہستی ہے اس نے پناہ دیا۔ یہاں حضرت شوق ورن کے بیٹے یعقوب نے بھی جس یا تھا کہ خد شوق اور وود رہے۔

حضرت یوسف با سے پوچھے، میرے باپ ۱۱ کے خد میری مدد رہے۔ میری جان بچے۔ جب ایک حاکم تو رنوج میرے پر دیا، کوہ نے بھی تو اس خوف کی حالت میں تو نہیں دھواں یا تھا۔ تو نے نہیں یقین دیا تھا، میں تیرے پر ورنیر بہت پر جرموں۔ خد یا، اس وقت مجھے یہی حد تھی کہ خد ضروری ہے۔ یہاں اس سے کہیں بڑھ رہیں تھے چنا اور تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں خد یا،



خوفناک و ترسناک تجربہ دینے والی وحشت ناک جگہ میں بھی حضرت یوسفؑ سے پرسوں
 تھے۔ انہوں نے اور اپنے باپؑ کے غم پر چھوڑ دی تھی۔ جو ۷۰ سال کے
 ساتھ ہے تو خوف میں وہ خود ہی نہ کے دھبہ نہ لے گا۔ جس کی پرکھ و ما
 ٹھہر تو خود ہی نہ پاتا ہے۔ نہ بہت اور نہ وقت عطا کرے گا۔ نہیں ہر تک نہ
 تھی کہ وہ اس مشکل و رماش پر اس کا بچہ ہے۔ شیطان نے تو ان کے میان
 و محزونوں کے بیچ کی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ میں جیسے اللہ رکھے سے ہون چکے
 خدا نے انہیں پہلے سے بھی نہیں رہا وہ یہاں کی مضبوطی عطا کی تھی۔ وہ ان کو اپنے
 خاص کام میں تیار رہا تھا۔ جس نے صبر و تحمل تھا کہ وہ خود کو کلی طور پر اس کے پاس
 رہا۔

چنانچہ وہ پوچھا ہے۔ میں نے ٹھہرا اور پوچھا کہ وہ کیسی ہو اور کتنی
 کے چہرے۔ نیچے اسے میں بھانپنے لگا۔ بھائیوں کو دیکھ کر انہیں بدھنے کی
 بجائے ان کے وجود میں خوف و گھبراہٹ۔ اور پھر یہ رخت و زین صد
 ہا رشتہ جوئی، تو خود دیکھو ان نیند کے مزے۔ رہا ہے یہاں؟ اور یہ خوف ک
 تعجب و طرف بکھر گئے۔ میں نے بڑے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے سے
 نظریں ملد میں دریک رو نیچے تار کی

یہ پوچھا، مضبوطی سے سمجھنا چاہتی تھی، یہ ہیں تمہیں فانی چھوڑا، تو زنی
 ہے۔ مگر ہے باپ سے خوب کھڑی رکھ ہے سے۔

جب حضرت یوسفؑ اسے بہرہ طے ان کا حلیہ دیکھنے لگا۔ ان کا سر
 جو نم نیچے سے مت بہت تھا اور انہوں سے اسے وہ خون سے ٹٹ کے ہاتھ مل رہے
 کی سیت کی مدد کی تھی میں نے وہاں سے ہرگز نہ تھکا سانس یا نہیں یوں محسوس ہو
 بیسے یک دم ماری بنیں مل رہی ہیں۔ میں لگی لگی ہو گیا، ان پر ہوا پڑا۔
 سب میدان پر پانی پھر یہاں رہے اسے پاس تاجروں کا یہ قندہ ہڑ تھا۔

تک کے لئے سواریوں سے مصرت یوسف پر چٹکیں نظر ڈال تو وہ اس سے
پاس تک آ کر گئے۔ اسے کاروباری ماحول میں پست قدر مگر مہارے بازو سے
مساہتی نکلیں مصرت یوسف کے وجود کو قبول کر رہی تھیں۔ پھر اس نے رنج رکھنا
مرحوم

اس وقت سے مصرت یوسف کے کانوں میں سرخ ہو گئیں۔ فیرے
خدا، اس قدر تھکتے۔ اس کا معنہ اس طرح پیدا ہو رہا تھا جیسے وہ سانس نہیں لے سکتا
ہے اس کی سوا بارن ہو رہی ہے۔ انیس پکی آنکھوں پر تین تین میں رہا تھا کہ اس کے
ہاں یہاں تک رہتے ہیں کہ سپ بپ کے چہیتا، اپنے حوں و یوں ناموں کی
طرح پہنچ دیں۔ وہ اپنے بھائیوں کے گئے ٹھنوں کے بل کر پڑے۔ ورنہ اس کا رحم
ن کھینک لگے گئے، خدا، اپنے بھائیوں کو بنا رہا ہے۔ کچھ تو نہیں، وہ یہ کہیں
گئے؟ نہیں یا جو اب دو گئے؟ وہ یہ کہیں گئے میرے بغیر؟

لیکن جیسے اس کے کہ چھو۔ بھائیوں کو ان کا کچھ نہیں، ان کے اثرات میں
سے دل درپتھر ہو گئے، اس نے ان میں ڈنٹ رکھا موٹا رہنے کو کہا۔

مصرت یوسف بے بسی کے ماحول میں ایک ایک چہرے و نکتے اور اترتے
رہے اس میدان پر۔ شاید تیس رخصتیں نظر آئے مگر ان کی پہلی ٹکڑیاں یہود
پھر نہیں۔ سوں نے سوچا کہ یہ بھائی، اس کے ماتھے اس کا اس ضرورت ہے۔
گاہ وہ دردی شہت سے رہتے ورنہ شہت سے ریٹکے ہوئے۔ اسے یہود اس کے
پاس پہنچے۔ وہ وہ رہا رہا رہا۔

یہود، بھائی، ادھیڑ میں تہہ رہا بھائی ہوں؟ اس میں ان بات سے پہلے ہی
ہو میں معافی چاہتا ہوں۔ جیسے آپ کہیں گے، یہی ہی رہا گا۔ خدا کے واسطے
مجھے ان لوگوں کے ساتھ نہ رہنا۔ یہ مجھے نہ مہربانی گئے۔ مت رو یہ ظلم بھائیوں کا۔
مصرت یوسف کی دردناک فریاد نے پتھر کو ہلکا کر دیا۔ یہود کی آنکھوں میں رمل کی

جھٹک اچھڑو دن کی مٹھوں میں خون تر آیا۔ اس سے حضرت یوسف کو زوردار ٹھوکر
 ماری اور غصے سے عریا بہت بچھڑا نہ رہا پٹی یہ ہو اس۔

بڑی بے ادبی سے حضرت یوسف پر پڑا ہوا ہتھکڑیاں۔ ناک حالت غیہ
 ہوئی جاری تھی۔ ہر چہرہ جھنجھکی لگ رہا تھا۔ ہر نظر پرانی ہو چلی تھی۔ ناک ٹک ٹک
 ہر کی طرح اٹھ رہا تھا۔ زخموں سے رتے ہوئے خون میں ٹپ ٹپ میمیزش سے جھن و
 زپ میں صاف ہو رہا تھا۔ "سب سے بڑھ کر یہ کہ پاپن پیا بھری گئے کئے بعد
 چانک غامی نڈت میمز زندگی کا تصور ہی روٹنے لگے ہڑے سے دے رہا تھا۔

اگر یوبان بحث ہنگر کی بند سے ہوا جسے نہیں ہو پا رہا تھا۔ شمعون کا صبر کا
 چہرہ۔ تب ہر بڑا سوچا تھا۔ اس سے پہلے کہ یہود اپنے روبرو ہے وہ چاہتا تھا
 کہ بعد بعد چہرے سے چھکار حاصل کرے۔ ہندس نے معاملے رتے
 ہوئے اس کی بات لی

یوبان اس سے کچھ نہیں 20 روپے یہ بات تم رو رو اس شخص سے رو رو
 نظروں سے دور رہ جاؤ۔

یہ صلا حضرت یوسف کے نے ایک دھمکے نے کم نہ تھا۔ نہیں اپنے کانوں پر
 نہیں نہیں رہا تھا کہ نئے بھلی نہیں یوں سوڑیوں کے موب بیچ ڈالیں گے۔
 نڈت یعنی نڈگی ہوتی ہے اور ہندس کتنی تیر کی سے سب کچھ ہسم، اتی ہے۔
 اس کا اندر رہا نہیں "جس موجب نموں نے شقی خوں کو حیدر مواتے دیھا۔

اگر یوبان نہیں نہیں ہو رہا تھا۔ تاہم وہ اس سے زندگی میں بھی نہیں
 یا تھا۔ اس گول مثال "نہیں خوش سے ٹونڈا رہی تھیں۔ اس سے ہندی ہندی
 حضرت یوسف کے ہاتھوں ہر پیر میں زبیریں ڈالیں "رقہ فلیے ہووچ کا حکم
 ۔۔۔

یوبان حضرت یوسف نے بھی یوں سے چھ معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے پاپ

ہجرت سے ن پر باری باری نظر آو۔ شیر دل میں یہ سوچ رہا ہو کہ یہ زمانہ کیا ہے کہ بھائی سپ چھو۔ بھائی کا ۱۶ پندرہ پوسٹیں رہے ہیں اور اس کے دل کی فریاد کان پر رتی برید شریں موتا۔ تاجم ک۔ پنے سات سات مر جنات کا ظہار نہ دی

تادمہ مصر کی جانب روں دوں تھی۔ حضرت یوسف کے دس بیسوسوں اور
نڈیشوں سے گھر رہا تھا۔ سو رستہ وہاں میں بھرتے رہے، ہر کسی نے ان
ساتھ تک نہ نہ حتیٰ کہ یوسف نے بھی نہیں نہ لے جانے پر چھوڑ دیا تھا۔ نہ پر
تیمت نہ لگی۔ نہ فریاد نہ زاری نہ بددیہ نہ ضامیں کانپ کانپ گئیں
میں نہ کے لئے کس بھی یوں پر فرہر پر تر نہ ہو۔ وہ سب معمول اپنے ریوڑ
چنے سے اب گئے۔ نہ میں سے ایک نہ سے دوسرے رکن چچہ میں نہ سے ہوتا۔ کم
بخت ہر وقت عصا پر نہ رہتا تھا۔ شکر ہے جاں چھوٹ گئی۔ کھانا پینا مرم
رہا تھا۔ چچہ تو ان کے ہاں میں ہے۔

ابھی میں لکھنا سنس سے ریوہ ویرنڈہ رری تھی کہ جیٹ کی نظر دوڑتے ہوئے
روہن پر پڑی جوڑھے کے پاس آ کر رہ گیا تھا۔ کس نے بھی جوت سے ہارے وہ
بھروسہ بن و اس کی یہ ہے۔ اسے سے پاس ہڑ سے۔ شاید بھی تک یہی سمجھتا ہے
کہ یوسف وہیں پر ہے۔ جب سے معلوم ہو گا کہ کس کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے وہ
ضرور دیکھ نہ چکے ہو گے۔

بہارِ ہر تے ہوئے ہو، روہی ہو ہم جوں ہی گئے تھے۔ وہ تہیں میں یہ
تھا۔ حیرت سے اس نے تہی دیر کہاں گاہیں سب کے چہرہ پر فہرمدی کے
تار نہاں تھے۔

ی ثناء میں رہا۔ اترے میں ہر تیرے کو گھر میں دے جا رہا تھا۔ بھائی
یوسف بھائی اسو یہ رو پڑا۔ دیکھو تمہاری ساری نیکی چاہے تمہارے سے ہو

تھوڑے صدمہ کی بہت ہے۔ اس نے شخص سے بل سواری کوڑھے میں پھینکا تو پھر
 مدحیرے میں گھٹیں چھڑ پھڑ حضرت یوسف کے ۱۱۴ سالہ رُخسار نے گام
 گہری تاریکی میں سے کچھ بھی بھائی نہ دیا۔ پھر اس نے بڑی منت سے چار رکہ
 دیکھو یوسف اٹھیں بھی میرا تھوڑا سا گانا۔

جب تاپکار نے پرچی کی نہ بولتا جو سارے رنوں نے رن ہی تھا تو
 اس کا ہاتھ ٹوکا۔ اس نے گہرے رُخسار میں ایک بار پھر حضرت یوسف کا ہاتھ نہ
 کی دشتی۔ سب اس کی گھٹیں مدحیرے سے قدرے مانوس سوچتی تھیں۔
 رُخسار نے تھا۔ سے شہید چھپکا گا۔ وہیں ریکڑ رہینگے۔ یوسف کا رُخسار
 نموں نے اس کے ہاتھ یہ کیا وہ ایک جھٹکے سے تھا اور سیدھا اپنے بھائیوں کی
 طرف بھاگ نکلا۔ وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ صدمے سے مڑھا اس نے
 حقا اپنے پڑے تک پیڑ ڈالے تھے۔ ماں پہنچتی اس نے تین اعظمی
 بغیت میں مٹا یہ یوسف کہاں ہے؟

جوں میں گرن خاموشی پر وہ نئے چہروں کے تاثرات سے بھج گیا کہ اس
 یوسف یہاں نہیں رہا۔ وہ رب نے چھوڑا کہاں ہے یوسف؟ میں پوچھتا ہوں
 کہاں ہے ہو؟ یہود۔ جو وہ پہنچا ہونے کے ماتھے میرے حق ہے کہ میں جانوں
 کہم نے اس کے ساتھ کیا ہے؟ تاکہ سب رحم مند اس کا خیر نہ مجھے ہی بھگتے
 پڑے گا۔ اس کے پرگو پا سون سو تھا۔ لیس اس تمام ہمدردی کے پس منظر میں
 نہ تاک پہنچا یہ تھا کہ یہ سب کچھ حضرت یوسف کی محبت میں نہیں ہو رہا تھا بلکہ
 سے پنی فکر، حق تھی۔ جس تک یہود کا تعلق تھا اس نے کم رکھ حضرت یوسف
 بھائیوں کے ہاتھوں مرنے سے بچا۔ کیسے نہیں بچے دیئے توجو ریڈیشن تھی۔
 موت کی زکات دیکھتے سوتے اس کے ذہن سے نور کام آیا۔ اس نے حضرت
 یوسف کا چہرہ دیکھا اور اسے دھتے ہوئے سارے قصہ روایت کو مہیا کیا۔

پکے بندے غیر حد بانی نہ رہیں ہوں۔ کس طرح جو فحش خون بہا رہی روں پہ نہ
 ہوگا۔ ہاتھ وہی مجھ چمکے کہ نہ کے چہیت کا یہ حشر ہو ہے۔ وہ کام فتنہ متا
 ہے کہ کس سے دھڑکے کے خون میں ڈبو رہا کو لکھ دیں وہیں۔ گئے وہاں جو
 چپیں نہ رہ گئیں۔ پھر یہ وہاں نے سب اپنی تیر پہنچتی رہیں گھٹوں سے دھکتے
 سو رہ گادی۔ آج کے بعد ہم میں سے کوئی بھی جو فحش کا نام تک اپنی زبان پر
 نہیں لے گا۔

تاہم ساتھ ساتھ وہاں نہیں فتنہ ہونے کی ہر ممکن کوشش تھی۔ حضرت جو فحش کے بھاریوں
 کے ریڑ پر وہاں پر اٹھائیں ایک عقاب چمک رہا تھا۔ جھڑیوں کے پیچھے سے
 ایک ننھا سانگر گوش پھدتا ہو رہا نکل رہا تھا۔ شہ کی بیویوں نے بھینٹا ہٹ فتنہ میں رہیں
 گھٹوں کی تھی وہاں وہاں پہنچ رہا تھا۔ یہاں سے
 حضرت جو فحش کے بھاریوں کی مدد میں شہ کی بیویوں نے
 وہاں سے فحش میں مصروف تھے۔ لیکن ہر رکاوٹ کے باوجود اپنی روح میں چھپے کس
 دن کو نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو 25 مارچ تک ان سے ماسور بنے
 رہے۔

شام کے مارے ڈھلنے لگے تھے۔ ہر مارن جو فحش اپنی خیمہ فتنی طرف ریڑ
 بہا رہے۔ چاہے تھے۔ مارن اور فتنے کے پرتار کیکی میں یکے کی سرخ بیندوں
 ہندڑ ہلکے ہو غروب ہو رہا تھا۔ جیسے نہ وہ اپنے خیموں کے پاس پہنچے مدد ورنوں
 سے نہیں رہے پس بھرے مذہب میں رہیں۔ نور گشت بھوں رہا تھا۔ پاس
 کی مدد نہ گوندھتے ہیں مصروف تھی۔ جسے سو گشت میں بڑی کی کی جلی خوشبو
 نہ دے دے رہی تھی۔ وہ پھر نہ بھی رہا تھا۔ سب کی بھوک چمک تھی۔
 فوس نے چبکتے ہوئے ہوا، ہوا، غل تیار ہے کس ایک منٹ میں رویاں بھی بن
 جاتی ہیں۔

ہر سب چھوٹے رشتہوں کے منہ میں پاؤں بھر رہے تھے۔ مجھ سے تو دور یہاں دھرم نہ
 ہو سکتا تھا۔ سب نے ہم کو زہر رسوں کا تھاق دیا۔

نندہ نے ایک منظر سب پر ڈال دیا۔ وہ پھر ہنسوں کو یوں نیکر جیسے کچھ چوٹ لگا رہا تھا۔
 وہ پھر حیرت سے پوچھنے لگی کہ میں یہ کونسا آدمی ہوں؟ میں نے کہا کہ وہ ہے
 کیا تھا تو قسم سے اس نے دور سے یوسف کو دیکھا تھا وہاں وہ یوسف ہی تھا۔

روشن نے جھٹ سے خون ۱۱۱۱ پھینکا۔ اس سے اٹھیا اور چہرے پر مسکرائی
 اور وہی طرح رہنے ہوئے کہ وہاں اٹھ گیا۔ قینہ وہی سو۔ قینہ وہی سوگا نہیں تو یہ
 نہیں بلکہ صرف یہ پڑے ہوئے ہیں۔ مگر یہ ہے اس کی سبھی زندگی ہے۔ پھر اٹھیا
 ہے۔ کچھ یا ہے یہاں سے نکل گیا۔ کچھ چلیں گے۔

نندہ کی تو جیت ہی نکل گئی۔ یہ تو بہت یوسف ہی کا چہرہ ہے۔ کچھ یوسف کا
 چہرہ ہے یہ فیرے جہاں تو یہ وہ مر گیا۔ میرے تاجوں، نانا خوب صورت، نانا چھ
 بھائی ہم سے بچھڑے۔ نہیں یہ نہیں ہوتا۔ اس کی سبھی زندگی میں یہ ایک
 کیا۔ وہ جہاں گاتے جاتے تھے اور ہاتھ ہاتھ کی ہاتھوں سے ہاتھوں کی بھڑکی
 نہ جی تھی۔ وہ معصوم، مسکراتے اور پر خصوصیت، ماما رورہ تھے۔ کبھی کبھی
 رہی تھیں، مگر یہ نہیں کہ نگے بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی موت پر اس نے کسی
 سے ڈانٹا، ہر وہ تھے جیسے یہ وہی ہے۔ وہ سب انہیں مٹھیں اور سچے
 پر کی پریشانی کے آثار نہیں تھے۔

وہ پھر دس ٹیپٹن، چھ تو ہیں ڈپ کا سامنا رہے کا حصہ نہ پڑے تھے
 میں پھر بھی ڈھٹائی کا یہ ماتم تھا کہ خون ۱۱۱۱ چھوٹے رپٹی ان گھڑت کہانی سے
 چند دنوں کے غم کے بعد سہ پہر، پی جیمہ سخی میں پانچ بجے۔ ہمیں کچھ تو اتنا
 سے ملنے والا اور رزق معصومیت سے ہوا۔ یوسف بھائی کہاں ہیں؟ میں نے ایک چیز
 کہانی ہے۔

حضرت یعقوب بڑی لے چینی سے خیمے سے باہر نکلے۔ سنان کی تحسین
 لگا ہیں اپنے بیٹے یوسف ہاتھیں مار رہی تھیں۔ سہوں نے بڑی بے فکری سے پوچھ
 یوسف کو تم میں سے کیا؟

روبنی تو جیسے زہاں گنگ ہوئی، مگر ہوشش کے، وہ جو وہ ایک غلط فہمی نہ ہو
 دیا۔ اس نے خاموشی سے خاک و غول میں تھڑ ہو چڑھنے پہنچا دیا۔

شمعون ابھی تو زمیں پر، وہاں میں یہ پڑے لے ہیں نہیں یہ آپ کے بیٹے
 یوسف کے تو ہیں؟

اس سے ہاتھ ملتے ہی حضرت یعقوب کے ہاتھوں میں، وہاں ہو گیا۔ اندر
 بڑھاپا و ن موت کا صدمہ برداشت نہ کر کا۔ وہ بچھنی بچھنی آنکھوں سے اس بارے
 ۱۲ یوسف کے تھے۔ ختم نہ ہونے چاہئے رہا اس سے ڈھیروں کا اس کے ساتھ
 انہوں نے اپنے، ڈے بیٹے کو پہنا کر نصرت کیا تھی۔ اور اسے وہ لے جان پر چہ
 اس وقت کا یہ بہن اس کے ہاتھوں میں سما رہی تھی۔ اسے ربنا بگماری تو
 خدا دیکھ کر کوئی نہ اٹھا۔ وہ سدے سے پیدا ہوئے اور یہاں اور نئی فضاؤں و
 خیرگی۔ ماں اب اسے پڑے یوسف ہی کے ہیں۔ میرے بیٹے یوسف! اسے سہار کی
 جنگل جانور سے پھر رہا ہے۔ میرے بچے یوسف کو چہر پھاڑ ڈا ہوا خام ہے۔

حضرت یعقوب نے اسے بڑی سسر قہقہہ اسے یہ اور سب مامہ چھڑائی۔
 اس کی حالت یہ ہوں چاہی تھی۔ اسوں سے اپنے پڑے پھاڑ ڈے ورنما
 وڑھپا۔ اس سے سوچا یہ تھا، وہاں یہ گیا سب مذہبیں کی ہو گئیں۔ یہاں کلیم
 سے ہر طرح کی چھنی سوچا تھی۔ بیٹے کے سدے نے آپ کو حال روڈا تھا۔

نہیں، ابھی تک یقین نہیں رہا تھا۔ سنان آنکھوں میں بے سید کی چہ
 تھی۔ وہ اب بھی سے ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ اٹھ سے پھر اٹھا ڈھیروں سوں اس کے
 منہ نے ڈھس میں جھرا رہا تھا۔

یہ بھئی دتتہ سے کہا ہے یا بھائی؟

یہ اس نے یوسف بھائی کے ہاں وہاں نہیں بھی چہا میں؟

یہ اچھے یوسف بھائی سے ہے

یہ یوسف بھائی بھی گھر ہاں نہیں آئیں گے؟

یہ نے ہمیں کو مضبوطی سے پٹی ہوسوں میں جہزیہ۔ اور فضل کے بیٹے یوسف

بیٹے کے صحت میں رہی تھی جیسے کہ نہ بہن کا نہیں بد۔ کہ پٹی ہاتھ سے دنا

میٹا سو۔ حضرت یعقوب نے خیمہ ہستی میں کیا ہے مچھ ہو تھا۔ نہ نہ ہاں میں رہ

ہو ہمیں سپرد رہا تھی، یہ کی تھی مقدمہ ہوشش رہی تھیں یہاں ہے۔

اور حضرت یعقوب کے منافق بیٹے نے پاپ کو بہت ٹھنسن اور کھلی ظاہر کرنے

نہ ہوشش رہا تھے۔ وہ ہاں رہا ہے بھائی کے لئے یہ ایک ہے ہتھ جیسے نہیں، قہری

س کا ہر صدمہ ہو۔ ہاتھ کی وہ پنے پاپ پٹی بہت تار ہے تھے۔ اور نہ ہاں

نیوں رکھ رہے تھے۔ یہاں کھلی پاپ کا اس کی قسم نہ کسی تہاں نہ ہاں تھا۔ پاپ نہ

رہا نہ پاپ کی بات تھی۔ میں تو واقعی رہا ہاں قبر میں پنے بیٹے سے جاؤں

گا۔

جب ہاں کے دن پورے ہو گئے تو بھائیوں کا دیال تھا کہ وہ یوسف اور پنے کے

شرم کے نکل بھی کرے ہاں ہیں گے۔ یہاں خدا نے نہیں کہ ہوشش میں کامیاب نہ

ہوئے ہیں۔

حضرت یعقوب ہاں ہی اس چہرے چھے تھے۔ وہ اس مشکل وقت میں رہا تھا

ہاں پنے کی بیوی یا نے تھے ٹھنڈے رہ تھے۔ نہ نہ ہاں کے ہاں نے نہ نہ ہو پ

ہو کی راض کا بہن نہیں تھا جو نہ نہ نکھوں کا تار تھا۔ ہاں وہ بھائی کے بعد ہاں

کی رہا تھا۔ سے ہاں صورت تھی۔ اور اس طرح دنیا کی کسی نہ نہ سے نہ

ہاں پنے نے حضرت یعقوب خدا نے اور قریب آگئے۔ ہوں نے خدا کا نہ نہ

مضبوطی سے تھا میں۔ تیس یہ دیکھ رہا تھا کہ نئے نئے روئی طور پر
 باطل مردہ ہیں۔ لیکن پھر نہیں نے بنایا جیسا کہ پرانا یہ ہے خدا تو کائنات پر مسلط
 ہے۔ تو میری زندگی میں بڑا معجزہ یہ ہے کہ مجھے جیسے خطا کار انسان کو مرد خدا بنا
 دیا ہے مجھے امید ہے۔ تو میرے بیویوں کی زندگیوں میں بھی پورے گا۔

پانچواں باب ترہ ماہ

یوبن رخت، زلفا میں گہنچ۔ بھموتج کریں گے۔ ورس کے ساتھ
یہ دیتے کا قافلہ مسالہ جات، روٹن، مسالہ، مراد میں عدد و ناموں سے اس میں
حضرت یوسف بھی شامل تھے نہ پھند رہا۔ ہاں یہ دھیر مہر نامہ پیر و مرسل
مذبح معلوم ہو رہا تھا۔ جبکہ یوہا مالہ غلام قہرے چاکر اٹھائی پڑتا تھا۔ یوب
نے سٹیر کو جبراً رکھتے ہوئے کہا کہ وہ اچھے میرے ساتھ کسی قسم کی چال نہیں
چدگی۔ ورنہ سی پانی مرے گا کہ عمر پھر یاد رکھو گے۔

حضرت یوسف کی خیال میں تھا کہ ہاں تھے۔ نہیں گھبراہٹ
طرح ہوتی تھی۔ نہ کا جی چاہتا تھا کہ بارے بدھن توڑ ریس کی حسرت میں
پنچم تہ تیغ چلیں۔ سور سے بڑی ویرے دروہ سے مذہم پست رہا تھا
۔ نہیں بتیں نہیں آ رہا تھا یا واقعی نہ کا پیر لھر، نہ کا لھر نا، پکے ہاتھ میں
تھمکا کا سس ورجہ ۱۰۰ چمچ جو نہیں چھگی لگتی تھی نہ سے چھن کی بہ ۱۰۰ نیوں
ساچوں میں گم تھے کہ نہ کا پاؤں کی چمچ میں پھس گیا نہ سے ۱۰۰ ٹھہر رہا
پر ہے۔ قافلے میں ساجو ایک تاجر۔ ایک مٹائی سی گان کی مریچہ رہے حضرت
یوسف کی پیٹھ پر کڑوں کی بارش رون، بے مہر لی بڑے کے صحت نہ سارے ہرے
ہرے کے شروں پہنا چنہ سکھو، کس نہ تو نہیں بد کا غم رہا۔

حضرت یوسف کے تاروں پہ پڑا گنگا نامو ٹھہر ہو۔ ہاتھوں میں شدت
اروتے زمرہ نہ تھیں۔ گئے۔ بین آخر ۱۰۰ تنجیل گیا۔ یہ زور چلی ہنس نے
سہ کھی اضافہ میں سانس سیمو، جو لڑکے کائنات کو پٹی مٹھی میں سے کچھ مو
بہ سس کے پتھر دے جاتے ہیں یونچہ سے میں بند رویا جاتا ہے تو یہ یہ کی نہ
نہ رمد کی میں مٹی تھیاں کچھ دیتی ہے حضرت یوسف نہایت ہی چھٹی سی کی



یسے میں یہاں کی شدت سے نڈھال حشہ ہوتوں پر رہاں پھیرتے ہوئے ہر
 رسیدنا نے ۲ چار دیہے گاہیں ہمیں پینے پانی بھی دیں گے یا نہیں۔ تنہا میں
 ساری نظریات تاجروں پر پڑی دھڑائی کا تار دھو رہا ہے تھے۔ سنیہ نہاں کرأت
 یہ سے ناہ ۲ یہاں پر پڑ چنگڑتے ہوئے نہاں یوب ۲ ہمیں بھی پانی پلاوا یہ نہ ہو کہ
 منوں تک پچھتے پچھتے ہم کو جسے بھی نہ کریں۔ س میں تمہاری مقاصد ہے۔ کچھ بھی
 نہ ملنا ہو گے۔

یوب نے سے کھانے کی ضرورت سے دیکھ کر پھر بڑے بچے تھے قدم
 کھانا پانی کی چھ گھل مہ سے گاہے س کی طرف بڑھا۔ اور س کے ہا سے رک
 رات کی کچی سروا، سب سے پنے پنا منوں منہ بند رکھ پانی چاہے نا یہ ہے پانی۔

یہ ہر س نے چھ گھل س کے مہ پر نڈھال رخن رخن اور ۲ ایک رات
 ہاں کھول کر سن دے۔ تمہیں پانی صرف ۲ مہ سے گاہے ۲ مہ سے گاہے ۲ مہ سے گاہے کے
 حد تھے؟

س سے پہلے کہ دہر ٹھس گندی رہاں استعمال رتا حضرت یوسف نے
 بڑی مہجری سے نہاں تھا۔ آپ نے پانی پڑ دیتے۔ میں آپ کے ہنوں کو پانی پڑ
 ہاں کا ورچہ رہی کھڑا ہاں کا۔ آپ جو مہ بھی میں گے میں خوشی سے رہاں کا۔
 حضرت ن بات تو یہ ہے کہ وہ ہاں کا حضرت یوسف کی نیکی سے خوش
 ہونے کی بجائے اور خفا ہو یہاں بجائے شہر ز رہونے کے انہیں پر ہاں سے گاہے کہ
 یوسف نے یوب کی منت، بہت ۲ حشہ رہاں کی۔

جہاں تک حضرت یوسف کی مہجری کا تعلق ہے یوب کو ان کی یہ بات بہت
 بھائی وہ اس کی نظروں میں پچھتے گئے۔ یہی جان رتو سے اور بھی خوشی ہوں کہ س
 عبد لی ٹکے ہ مصر کی رہاں بھی تھوڑی بہت سنی ہے۔ س کے مہ وہ پچھ پڑھا لکھا
 بھی ہے۔

سے قافلہ دریا کے کنارے کنارے سے بڑھ رہا تھا۔ دور سے حضرت یوسف کو وہ سر منظر نظر آ رہا تھا جسے جو مصری بادشاہوں نے یادگاریں تھیں۔ حضرت یوسف کو ان کی سے شہادت کے درد وہ تھے۔ ان پر نظر پڑتے ہی عید ملی کچھ میں انجری کے جذبے۔ جوش مارا وہ یوسف سے مصری زندگی کے بارے میں پوچھے گئے۔

ناجس نے بڑے فخر سے کہا میں شاہ کا بہنہ ہوں کہ تمہارے گھر کے کی شخص سے سن تک مصر کی سرزمین پر قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔

بین حضرت یوسف نے اس کی توقع کے برعکس سے بتایا کہ ان کے پر ۱۱ ہر دم انہوں میں پرانے وہ بڑے قحط سے بچتے ہیں مصر گئے تھے۔

ہاں آج بھی شہر قحط سے بچنے اور پانی میں بیٹے چاہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت یوسف نے بے حد غصہ کیا۔ چھوٹی اہمیت پر وہ بھونکے۔

حضرت یوسف خیاں کی خیاں میں اپنے پردے کے دور میں پہنچ گئے جو انہوں نے مصر میں رہا تھا۔ وہ سب سے بڑے قسمتی سے انہوں نے یہ قدم ضرور نکھیں۔ جب کے عام میں قحط ہو گا۔ اس لیے انہوں نے غصہ سے رہائی بھی حاصل نہیں کی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جو وہ وہاں پہنچے مشکل سے میں کھ گئے۔ سرحد پر آئے مصر میں داخل ہونے سے پہلے حضرت یوسف نے اپنی بیوی سے درخواست کی تھی کہ وہ مصر میں وہی رہے کہ وہاں کی بیوی نہیں کہن ہے۔ اس کی وجہ سارہ کی تصویر تھی۔ البتہ اس کے خاندان کو ڈر تھا کہ کہیں اس کی بیوی پھینکے کی خاطر ان میں قتل نہ ہوں۔

اس کا خوف تھا کہ وہ مصریوں کی خیر ساری پر پڑی انہوں نے بادشاہ

سے س کے نس کا چرچا یا۔ جب بادشاہ کو یہ علم ہو کہ وہ حضرت پرندہ کی بہن ہے تو وہ سے اپنی حرموں میں شامل رہے۔ کینے سے یہ۔ اس کے بدلے میں بادشاہ نے حضرت پرندہ کو ڈھیروں کھینچ کر یوں موشیوں، گدھوں، فتنوں اور ناموں سے تار۔

حضرت یوسف نے بھنویں نکلیں گے سوئے سوچا۔ رخسار وندہ وقت بہ صحت نہ تا تو یقیناً پر ۱۰ اپنی بہن سے ہاتھ اٹھا بیٹھتے۔ خدا۔ بادشاہ کے محل میں رہنے والوں کو ایک خوفناک بیماری میں مبتلا رہا۔ حکم پر پیشان ہو یا اور اس بیماری کی وجہ پانے کی ہوشیاری۔ چھ چھ وندہ۔ اس پر طبع یہاں سے تھکے اس سے ساری یہ وہ تم نے میرے بیوی کی بیوی کو اپنی حرموں میں شامل کر لیا ہے۔

حد کے ایک اور بیٹے ایک است پرست کے۔ سے یہ عا طمنہ اس قدر خف جھیر ہات نے تم نے جھوٹ کیوں ہو۔ یہ رکی تمہاری بیوی۔ میں نے سے چھو نہ نہیں۔ سے رفور مصر سے نکل پڑا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ یعنی حد کے دوست درنی تھے وہ مرد خدا۔ ایک رشتہ زخمیں تھے یمن زماش کے اس سے میں اپنی جان بچانے کی خاطر اس نے قی بڑی سطلی سر رہوئی۔ تا نام خدا کی ہر وقت بہ صحت کے باعث نہ کی بیوی اور مصری حکم تاجی اور راء کے کتاب سے نکل گئے۔

یہ واقعہ یاد کرتے ہوئے حضرت یوسف نے عہد کیا کہ وہ کی قیمت پر بھی اپنی زندگی نے خدا کے نام کی تہین نہیں ہونے دیں گے۔ یہاں سے تہیر یہ کہ وہ اپنے پردہ کی سطلی سے ہنسی بھر پئی رہیں درست رہیں گے۔

تحرکار فرعون یعنی مصر کے بادشاہ کا غصیم شاعر سے لگا۔ قافلہ اپنی منزل پر تقریباً پہنچ چکا تھا۔ اٹھنے میں نو سو سو چہ کاہوں، بیس وایوں اور دور دور تک چھپے مضامین کی بود میں پنے۔ یہ تھا جہاں بادشاہ کی اسلحہ شہر میں اور ماند

یوں میں سے زور ہاتھ تو اس کی منہیں پھٹی دی بھی رہ میں۔ شہ کے بڑے
 بڑے اور زورے، مختلف حیوانوں کے نہ بے مدد اور شرط ٹھٹھیں، مانتا ہو
 دوس کا جو، ان سب چیزوں نے سے یرن رہا۔ اور سب سے بڑی رفیعون
 کا کل جو بدست خوف یکا شہ سے گمن تھا، یہ رہا۔ اس کاں گھبرہب سے زور رہا۔
 سے دھڑ سے گا۔ نئے اطمین کی بات تھی کہ وہ نہ حالت میں تھا نہیں تھے پتہ خند
 نے بار بار نہیں سہی کی کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے پاپوں مصر میں مدد تو
 میرن مصی کے صرف تھی لیس تیرے یہاں تا میرے مصوئے کے میں معافی ہے۔
 میر کی رہوں پہ چل رہے ہو غار۔

تو وہ پٹی مناس کی طرف رہا۔ اس وقت کہ چاک چوے سے رہے کا حماد۔
 اس کی نظر یکا مصر کی پر پکی تھی، اس سے وہ غائب ہو تھا۔ اور نہ زور کی سے
 اس کے قریب یا دور تھے گا، بلکہ مصر رہا۔ یہاں فوطیما ریتے میرے پاس یک
 خاص نہ رہا۔

اس مصر کے کارہ، اس کی تاجر و تخبہ نہ نہ زمیں ہر سے لے کر پاؤں تک دیکھا
 ورمند تو زمیں وہاں فوطیما ریتے جاتے ہو، ہر تین چیز سوئی چاہیے۔ اس کا تعلق
 علی معز رکھ رہے سے ہے، ہر چیز بہتہ ین معیار کی دھار سوئی ہے!
 یوں نہ نہیں پہنٹ نکلیں۔ یہاں یہ سب یہ نہیں جانتا، جو اپنی
 منہوں سے دیکھو۔

جو نئی یہاں کی نظر سے ت یوسف کے ٹھکے ہوئے جسم پر پکی تو جوش آیا۔
 یوں نے اپنے اس خون نام کی تار تر نوکیں بڑی سرمری سے گونا گونا
 دیں۔ یہ سحر میں اس سے ہوا اور سب سے بڑی بات یوسف یہاں رہا۔

یہ بات اس سے سے ہی جیسے کوئی قیمتی یہ اس کی منہ میں تھا، دیا ہو۔ یہاں نے
 اپنے حشہ ہوتوں پر ہوت چھیری۔ یہ وہ جوت سے بھی ہوا معبود ہوتا تھا۔ منہوں

میں چوٹی کی چمک تھی اور ہاتھ ہاتھ نہنت کے چہرے سے نکلتی تھی۔ بندھن
 کی ۱۶۔ ان کے بال نے اپنی تھیلی نکال کر یوب کے سر ہاتھ ۱۶ اور
 ۱۷۔ پھر ۱۸۔ حمانہ نہ رہیں رہا، اس کی ہتھکڑیاں تار ۱۹۔ یوب ذرن
 رتے ۲۰۔ زچوں ۲۱۔ کھو یہاں رہا ۲۲۔ م نے ۲۳۔ کے ۲۴۔

یہ سنتے ہی حضرت یوسف نے فوراً یوب کی صلی پیش کرتے ہوئے کہا، اہوں
 نے میرے ہاتھ بہت چھ سوک گیا ہے۔ یہ ختم پہنچے سے ہیں۔ اس میں ن کا
 کہنی تصور میں۔

۱۔ بھٹم نے ۲۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہ وجہ ن یہاں رہے۔ میں تمہارے
 بہ ساتھ ہوں کہ فوطیہ کے گھر میں یہاں نہ کوئی نہیں ہوگا۔

جب یہاں حضرت یوسف کو لے جا رہا تھا تو اس نے ن کے چہرے پر غم کے
 ۱۔ بے چہرے پھیلنے ہوئے تھے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ ن پر ہنسی و روت کی رود
 ۲۔ اس کے اس میں یہ نہ شفقت کے جذبے نے جوش مارا۔ حضرت یوسف
 ۳۔ پچھلے خوش بھری۔ اور اس نے ن کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ۴۔ بن کا
 ۵۔ ایسا رہا۔ سب فوطیہ کے حاشان گھر میں داخل ہوئے وہ یوب کا بل بڑے
 ۶۔ معنی نیز نہ رہیں مسرہا۔ حضرت یوسف بہت مرغوب نظر آ رہے تھے۔ یہ صرف
 ۷۔ ملک مصر کا لڑکا تھا۔ وینچ پر لڑکی کا ہامیت ہر ایک کام یہ کیا تھا اور جو وہ
 ۸۔ پر فطرت کش و نگار بنے ہوئے تھے۔ یہ اسے شے کے تین جوہروں میں مادہ
 ۹۔ رنگ ۱۰۔ کا نام تھا یہ سب وجوہ بنے کہ نہ تھا۔

۱۱۔ جس جوہروں کا وہ تھا کہ حضرت یوسف کی حاجت سولی جائے
 ۱۲۔ ورنہ دھار نہیں صاف ستھرے پٹے پہناے جائیں۔ چہ ۱۳۔ اس نے عام
 ۱۴۔ سے محراب مور ۱۵۔ یوسف نہ تمہیں مصر کی رنگ میں رنگ دیں گے۔ سب سے
 ۱۶۔ پہلے تمہاری اڑھی صاف رہن ہوگی۔ وہاں یہاں کہو، ہم مصری لوگ صفوں کا

حوال رکھتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ سے ۷۰ بانہ مند رہیں چھٹکے ہوئے جو اب یہاں حجاب میں کس بات کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ آپ مجھ پر غم و دریں۔ میری خجاری میں باطن بھی آپ کو یہ صاف ستارے گا میں لوطیفہ کے گھر میں بیٹے کی خدمت میں گا جیسے۔ اپنے باپ کے خدمت میں رہا ہوں۔

جب وہ جوں نے نہ رہا تو وہیں کے سامنے بیٹا وہ کس دن وہ بہت یاد رکھا
ظاہر ہے۔

حضرت یوسفؑ اپنے عہد پر پورے تھے۔ وہ نے اپنے طہار و باطن کی یادگیری کی مگر وہ اپنے سقا کی سے خدمت کرتے رہے جیسے کہ خدمت میں۔ یہ جس میراث رہا کہ وہوں نے اس طریق سے خود کو لوطیفہ کے گھر کے صاحب میں ڈھال دیا ہے۔ جس کی نمونہ نے اپنی خدمت پیشانی و خوشیوں سے ہر فرد کا سامنا کیا۔

یہاں سے حضرت یوسفؑ کی بھرتی ہوئی ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے نہیں لھڑکا
نظر میں کے طریقے صحیح تھے۔ شروع رہا۔ جس نے لوطیفہ کے گھر کا سر
ختیہ حضرت یوسفؑ کے ہاتھ میں لے دیا۔ وہ اس طرح ہر کام میں لے چکے
طریقے سے چنے گا۔ جب لوطیفہ نے اپنے گھر پہنچا۔ میں نے خود کو رہا دیا
نہیں تو اس میں سبب جانے کا احساس پیدا ہو۔ وہ یہ معلوم رکھے کہ یہ سب حضرت
یوسفؑ کا اس قہر ہے۔ بہت خوش رہا۔ اس نے اپنے ہوتی تھوڑی سی بھی لگی رہا
پہنچی ہونے دیا۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی حضرت یوسفؑ کا رویہ نہ ہوا۔ ان کے ساتھ بڑے پر
محبت و دردمند رہا۔ اسوں نے اپنی رزقینہ زندگی سے ایک سبق سیکھا تھا۔ وہ یہ کہ
کائنات خود کو دہراؤں میں مہیاں ہر مہر رہے اس کا نتیجہ حسد و دشمنی ہوتا

ہے۔ اس سے میں بڑے محتاج تھا۔

فطیما رہی ہمیشہ حضرت یوسفؑ کی تحریک و تہمت تھی کہ ان کا اپنی بیوی سے رشتے ہوئے بھی نہیں چرکتے تھے۔ یہ عبرت لی جو جن تو ہمارے گھر کی ذات ہے۔ اس میں شخص ہے یہ جب سے اس نے تھا مسنجا ہے مجھے وہاں پار کی مٹنی ٹھکڑوں کی پریشانی سے نجات مل گئی ہے۔ اس میں سب کچھ اس پر چھوڑ سکتا ہوں۔ وہ فساد ہر حال میں ہے تو یوسفؑ سے بڑی ہمت سے ادا کرتا ہے۔ مجھے یہ مانتا ہے کہ اس کے بعد اس کی وجہ سے ہمیں تیری برکت ملی ہے۔

اس کی بیوی مسکرا دیتی۔ وہ پچھلے ہی اس پر تشویش میں جو سب ایک بھر پر مردہ بن چکا تھا۔ حیرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتی تھی۔ فطیما اپنے مسکن فریضہ کی آگئی بیسے مڑگھ سے باہر رہا رہا تھا۔ اس کی بہنوئی جو لگی میں اس کی بیوی بیٹریں اور تہنہ کی کار رہتی تھی۔ لیکن طبع کیے نے رستے کا نام نہالی است کا تا صاف ہے۔ وہ جس جذبہ شوق کا سور سے تو گرا رہا ہے اسے دے پہنیز گاہوں سے قدم متزلزل رہتی ہے، یہ تو بھلا بک مزور عورت تھی۔ اس کی نظر متعجب حضرت یوسفؑ پر پڑی اور وہ نہیں پتی محبت کے چوں میں پھنسانے کی کوشش کرنے لگی۔

ہذا جناس، رشیم، مسہ۔ چات خریدتے وقت وہ حضرت یوسفؑ اپنے ساتھ لے جاتی۔ اس کے چار نام تو اس کی پانچ نوکندہ دیے ہوئے ہوتے، جبکہ حضرت یوسفؑ ساتھ ساتھ چلتے جاتے تھے۔ وہ اس سے بڑے بھانے والے بچہ میں باتیں کرتی تھی۔ بڑی چالاک عورت تھی۔ حضرت یوسفؑ کو حال جیتے بیسے اس سے یوں طرہ پر جیسے نے ان کے گھر وہ اس نے گہری دلچسپی ہو۔ وہ اس کے ناندن سے متعلق بھی سوالات پوچھتی جاتی۔ کبھی وہ باتوں میں ذرا سا ڈرو بھی پھونکتی۔ وہ شاعر عورت اس کی دل میں غمر رہی تھی۔ ہوتے ہوتے وہ صہار

مطلب پر اتر آئی اور عمرہ ستی کی دعوت دے گی۔

یہ سنتے ہی حضرت یوسفؑ زبر است وچکا لگا۔ وہ اس چانک جمے پیے تیار رہے تھے۔ نہ کسے چہرے پر پریشانی اور نہیرت کے ٹٹے تھے تاثرات دیکھ رہی تھیں کہ وہ جہنم کی دہلیز پر پہنچ گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ جلد ہی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔

آخر حضرت یوسفؑ عجیب سی شکل میں متواتر تھے۔ بیگم نے اس کے جذبات میں سیحان برپا کر دیا تھا۔ میں نے وقت نہیں اپنے باپ کے غلط ہوا ہے جو نہ کسے فہم نہ ہوئی طبع چھوڑ رہا تھا۔ یوسفؑ جیسا کہ ہمیشہ میں نہ پڑنا۔ اس سے جبرور رہنا یومہ اس کے باعث بہوں کی زندگی تیار ہو چکی ہے۔

حضرت یوسفؑ اپنے مدین کے باہمی تعلقات کا خیال یہ جو نہایت پاکیزہ و عین تھے۔ اس کے برعکس سلم میں دین کی عمر و ریر کی ایک فتنہ محض تھا۔ دینہ جو پھر بھی جیسا کہ اپنی اصل حالت میں نہ جاسکی۔ اس نے اس کی کشتی میں حضرت یوسفؑ اپنے باپ کو باطل تہ محسوس کر رہے تھے۔ میں چوں کہ جیسے اس کی حالت نے تیار کر رکھے ہیں۔ اس کے مدد وہ واقعی نہیں بلکہ فوطیہ کی طبیعت تھے۔ ورنہ میں جب تک نہیں فوطیہ کی یو کی حمایت حاصل نہ ہوتی تب تک اس کا عہدہ برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے سچا بیگم کے جذبات مجروح ہوئے۔ تو میں مہم سے کہہ دیا میرے سے بتائی نظر ماکتابت ہو۔

حضرت یوسفؑ اپنے یہ سنگسار میں نہ گھڑی تھی۔ وہ اپنے بحرے میں نہایت بے اثر رہے۔ مام میں چہرہ ڈال رہے تھے۔ دل و دماغ کی گتھیاں تھیں کہ بھٹے کی بجائے بھٹنی جی چاہی تھیں۔ مزہ یہ کہ وہ تو یہاں رہیں۔ دوسری طرف حد اس کی زندگی سے مخصوص کام پیدا چاہتا تھا۔ اس نے نہ کے باپ کو محض اس سے غیر قومی سے نہ کیا تھا کہ وہ بے دیا میں اس کی غوی میں اس کی روشنی



باپ، دے حد اپنی تاملز بنی خوشامیاس پر ماس نے میں میری مدد کر۔ بکس
 ۱۰۔ کے میں ہر کچھ سے اپنی نکلیں اور ہن بند رکھیں جو غصائی تم ہنست ہو
 شمعیں رتی ہے۔

بھی وہ ہی باتوں میں گم تھے کہ بیگم کی بیٹا نے ن کے خیا کا
 ماہ تو رہا۔ کہ سے میں اپنی ماہ کے ذی سرے میں نے کا ختم نہا۔
 حضرت یوسف نے سپنا ہن روز رکھا گا۔ ن کے ختم کی تباہ میرا مسلسل
 کی شادیت سے جاری تھی، خبر دور، جو کچھ بھی تم رہ سوچا، بھڑنا۔ تمہاری ذر
 ن ہنای فطیطار کے قہر ہوگا، کا سے گی، اور پھنی کا چھند تمہار نی، ہوگا۔ فطیطار
 جو کہ فرعون کے محی لفظ انت کا سردار ہے تمہیں کبھی میں چھوڑے گا۔

حضرت یوسف، وہ جو سہ بیگم کی خوب گاہ میں صبر پہنچے تو وہاں ہن نہ رہا
 نہ وٹا۔ کی نیہ موجود کی حضرت یوسف کو ہلے گی۔ اور پھر ن کی نظر بیگم پر پڑی
 ۱۰۔ کے جسم پر پڑے رہے نامی تھے۔ یوں، وہ تو خہ پھیل خواتن کی جان ہو
 اپنی طرب و رغبت رہی تھی۔ حضرت یوسف کی پوری وحشت تھی کہ ن کی نظر نے
 حقانی مت کے برہنہ بدن پر نہ پڑے۔ بلکہ ہمت رکے وہ میری ماہ
 فطیطار جیسے صبر شخص کی یوں کو یہ ریب نہیں دتا۔ حد میں نے کیے یہ سہ پنچ۔

بیگم نے ہرے کھنڈر نہ نہ رہیں قہرہ۔ گایا ایک بار صرف ایک بار چہا پ
 ۱۰۔ کے خد کا یوں چھوڑ دہ۔ تمہار خدہ پر خام ہے وہ پنا مانے ہوں کو رنگ کا
 ہنی گھر وہ ٹٹے کی جانت نہیں دتا۔

پھر وہ جرأت رکے گئے برہمی اور یوں لے باکی سے اپنی بانہوں میں حضرت
 یوسف کو جکڑیا، اور پٹوں کے بل، عور کے راس پر ہوتے۔

جان اس اور سوچو تو تمہار باپ کے کیسے یہاں سے کوسوں دور ہیں۔
 صحت یزی حیف خد ہے۔ کاش تم چاہتے کہ تم کتنی بڑی نعمت کو کھکر رہو۔

بہار پھر وہ ہنسنے لگا۔ وہ بول میں نہیں بہا رہا تھا۔ کہ۔۔۔ تو تم مص
میں چھو۔۔۔ تمہارے پر بے ہارے کے آجناؤں کا اختیار ہے۔ ہارے
پڑتا محبت رہے۔ ہوں پر ہاراض میں مورتے۔

حضرت چوہدری نے ہر کی مشکل سے جو وہ اس دن رات سے بیٹھ رہا اور اس لیے
 پہنڑے ہو کر اس سے منت کرنے لگے، اے میری ماں! آپ کے ساتھ ہر ٹوٹا ہوا
 مجھ پر بھروسہ ہے۔ میں اس عموں کی جی ہاں سے بھٹکیں نہیں پہنچا سکتا۔ اسوں
 — اپنی ہر چیز سوائے آپ کے میرے ساتھ رہیں دے رکھی ہے۔ آپ اس کی بیوی
 اس وقت ہیں۔

جب بیگم حضرت پورہ کے در قریب گئی تاکہ ٹیکس خاموش رہے تو وہیں
نے پناہ تھام لی، اسے سے رُک جانے کا شہرہ دیتے ہوئے کہا، مجھے بات کرنے
کی۔ آپ کی ہوش کو پورا راسخ فہم کے شہرہ کے صوفی یہ شہرہ تاک
نعلین نہیں جاسکتے۔ خدا کے لئے آپ بھی بہت اذیتا ہے۔

۱۔ بیگم کے صبر کا یہ انداز بہت چمکتا تھا۔ ۲۰۰ حد بات سے مصحوب ہو کر مر رہا تھا۔
۳۔ زمیں پھوٹ رہی تھی۔ ہوس بند رہی۔ تھیں میرے تعلیم کی تعمیل رہا سوئے۔ وہ حضرت
یوسف کا بیٹا بن گیا ہے۔ کے درپے تھی۔ کس سے اپنی پچھلے نے وہ دور سے بن کر
اپنی طرف مائل رہنے والے تھے۔ یوسفؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، اسماعیلؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ
یہ سب وہ ہیں کب سے ملنا رہا تھا۔ رہ رہی ہوں۔

حضرت یوسفؑ نے جو وہاں مسکینوں اور عورتوں کے لیے مشکل سے پہنچا دیا۔ ک
شمسکس میں اس کے پیچھے ہا پینے ہو مگر مینگم کے ہاتھ میں رہا کیا اور خواہر کا ہتھ
ہاں سے مرید پائوں اور بھگت کا ۔

بگم کی تیز فحشیت کو، دو رنگ مصرت پر، کھانا پیچھا مرنے لگی۔ ہمدردانہ بیٹھو، یہ لہہ فی ٹھکانہ میرے ساتھ پر رتے ہوئے۔ اس کی آہ میں پیدائشی شیریں کی غنیمتیں

غریب تھی۔ حضرت یوسف کا وہ بدن طرز سے اہل ملک رہا تھا۔ نہ جانے کس
نوطیقہ کے رتھ یہ ملک لے گا۔

44

قریبی مدد سے بچ نہ دے گا۔ گزریں وہ کھلی ہو، اس سرکاری نسل تک پہنچ
ری تھی۔ جہاں حضرت یوسف قید تھے۔ یہاں علوٰی مورہ تھا۔ میں لڑکوں سے
فسرہ ہوا، زبوں کوس سے ہون لڑکیوں پر تھا۔ یہاں قید تھا۔ میں تو چوبیس
گھنٹے تاریکی کا رنج رہتا تھا۔ اس تاریکی میں نہ — بنے اور، نہ کچھ نے کی
تو، زبوں صاف مانی دیتی تھی۔ کچھ تو کئی تو گان گھونچ کے اس قدر ہوا کی ہو
جیتے تھے۔ کہ نیند میں بھی اس کے غنیمتوں سے کایاں ہی نکلتی رہتی تھیں۔

سب قیدیوں کی زندگیوں میں گمراہی سے بے نیازانگہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ صرف بے قیدوں مصرت خوف نے گمراہوں کی یہ آوری۔ کل کے افسوس نامہ و قتل کے وجہ سے وہ بھی بے راہی نہ بنے تھے۔ بیگم کو شہوت راہ لگائیں اور جہانی تجنیس بھی نہ رہے۔ وہ وہاں کو بھیجی مری تھیں۔ نوٹیفکیشن کے نہیں رہیں۔ ان سے نہیں زیادہ قیمت کی تھی جو نہیں س نسیفہ۔ مرستہ حال و طریقی میں بھٹیٹ جانے سے پہلے گاکے گئے تھے۔ جب بھی وہ بیٹھنے کی کوشش کرتے پٹیجہ پر پڑے۔ کہڑوں نے زحماں میں تکی تھلک ہوتی کہ تے سینے سے پیکرانا کاب رہا تھکتی۔ یہاں سے ت کا وہ کاجا رہا تھ ورسب سے بڑھ مر موت کا خوف رہا۔

ایک سابق علی فہرہ صحت یوسف وہاں بیٹھے کی چوہا۔ فرعون کے چھپتوں کی
شہر میں خوش آمدید سمجھو کہ تمہاری زندگی کے ان چوہے ہو گئے۔ یہاں سے
تمہیں سید سے جہنم سید ہوں گے اور اس رہا تھا۔ منہ دیا اور صورتیں ہیں یا تو
میں میں رہیں چاہئے یا پھر نہ ہو گئے اور پھر ناپسند۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سوچے سمجھے افسوس، چھوٹے بھائی جہنوں پر



سے راہ رہے تھے۔ کی کامزنی تہاں بگڑا ہوا تھا۔ در کٹ ایک تیرہ تاڑیل دن
کے تصور سے سی بہت مایوس اٹھانی اے بہ تھے۔ چو کی نے کھجی کتے ہو۔
کہا، جب تک فرعون کی پسند کا ماشہ نہیں ملے میں چاہتا تھا ررو۔ پھر تمہارے مزاج
ٹھیک ہو جائیں گے

ایک رویداد بر کی پھیلی و ہی مٹے ہوئے بول، یوف، میں شط کا ناموں کہ
وگتہار کی بڑی باتیں بنا رہے ہو گئے، جی بھانا پیٹھے، نو طیف و بیوی و قعی بہت
خوبصورت تے؟

ایک رویتدی کس پر برس پڑا، سے مت چھیر، وہ دورت تو ح مجو و س کی دشمن
نئی ہے۔ ف یہ سیط مصر کی اپنی تو اپنے دیتاوں کی طرح بدبختیں۔ ایک سے ایک
بہتر، خو غرض، اسد۔ میں بھی ان کے سدنی و جد سے تید میں ہو۔

تے میں ایک نام سے ٹھوڑا مار رو رہا تھا۔ رحمت چہرے و، یہ ہونی
بہت ندر و خل، تو کس کے ایک ہاتھ میں ہی ہو رہے ہیں، ہیمہ سائل کا
چرٹا تھا۔ ہاتھ ہاتھ وہ پانی باغنا جاتا تھا۔ ان آدمیوں کا رویہ کس نہ مزاج عام
کے ساتھ نہیں۔ تھا۔ تھوڑی ہی دیہ میں کس ہال میں ایسا ہنگامہ ہو کہ چار
مچھلیوں کے امراہ میں کا رو رہے تھے۔ جب کس نے کس مارے مل گیا رے کی
جد و ریفت و تو نام نے سے تاکید میر سہتی تیار ہے، میں بد ایک وقت میں
تے مارے آدمیوں کو نہیں بھگتا سوتا۔

پانیہ کی گویاں چا حضرت یوسف پڑھا، میں جوں تر مہ گاموں نے ٹک
تھگ خاموش ٹیلے تھے۔ ان کے چہرے سے شروت پکائی تھی۔

سج سے صابا بننے میں کس کی مدد کر دیا کرنا میل کے دروند پانیہ نے
صرت یوسف کو خیمہ دیا۔

چند ہی دنوں میں کس نے ساتھیوں کو مایوں میں یہ لرق محسوس ہونے لگا۔

حضرت یوسف ہر ایک سے بڑا دانا مند ہوتا رہتا رہتا تھا۔ وہ بڑی خوش خلقی سے
 خدا ماننا کرتے تھے۔ اور صرح سے چوٹی و شش کرتے تھے کہ میں نے زندگی و
 ریاضت سے زیادہ گمراہ بنائیں۔ وہ اس کی پریشانیوں کے بارے میں غمی نہ کرتی ہر
 بات سے بے خبر رہتا تھا۔

خداوند خدا حضرت یوسف کے ساتھ تھا اس سے ہر کام باطل ٹھیک طریقے
 سے ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ بیس کا داند خواتین کے کاموں پر رہتا تھا۔ وہ جتنی
 کو کام کرتے دیکھتا غامی سے عین ہو پڑتا تھا کہ ہمیں جھوٹے نام میں فائدہ پہنچا
 ہے۔

ایک روز صبح سویرے یہ مانند ک طرف سے ایک محافظ حضرت یوسف و
 ہائے یوسف یہ وہ اہلی افسر بغیر میں نہیں تھا اس نے اس کا نظارہ دیکھا۔ یہاں یہ
 حزن میں سے سورج جلوے مٹانے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ نبیوں نے سوچا
 روشنی یہ غمی کی نعمت ہے اخلاقی روشنی و محبت کے جہان سے مجھے خوش آمدید ہو رہا
 ہے۔ ایک دن میں خود بھی دن رات میں وہاں بیٹھوں گا۔ لیکن فی الحال مجھے سب جہ
 ہائے یوسف پر رہا ہے۔

اس خیال کے تحت ہی نبیوں نے گہری باتیں بھری و رہا سوچا کہ تاثر نہ کر
 نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مجھے روز کا عوام میں نہیں ہے؟ اس دن لگائیں مانتے رہا
 حزن کے کوئے پر جا رکھ میں جہاں ایک مکتبی بڑی مہارت سے بنا جال بن
 رہی تھی۔ جب سے اسے غم نے اپنے گھر پہنچا تھا خدا نے اس پر واضح کیا کہ وہ بھی
 اس دن زندگی میں ایک خوب صورت پیش ہمارا ہے جو بھی تک نہ لی نظروں سے
 و جھلک ہے۔ اس کا کام صرف یہ تھا کہ اپنے خداوند پر پور بھروسہ رکھیں۔

جب اس روز دینا دانا سو مریے میں داخل ہو تو حضرت یوسف کے
 خوبصورت خیانت کا عہد ہو گیا۔ محافل کے بڑے مستعدان سے مری

۱۔ پھر یہ ٹڈنٹ حضرت یوسف سے مخاطب ہوتے ہوئے، تم جا رہے سنہ
پسند رہ گئے۔ جب سے لوطیقا راقہ ہو زندگی سے مٹ رہے ہو اس وقت سے
ہمارے حالات بہت بگڑ گئے ہیں۔ وہ بڑے معنی ناز میں مسک رہا۔

میں حضرت یوسف نے تباہی کہا کہ خط نہیں تو شرم ہے
 پرنسپل حیران ہو کر دھڑل میں تو گنگنات اور غصے میں تباہ سوختے ہیں میں
 اس کے غصے نہ تو پیسے سے بھی رہا ہوا سمجھ گئے ۔

یہ سب دل ہی دل میں مسر دیو رہے ہیں۔ میں نے فوطینار کے گھر میں تمہاری بہترین کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ مجھے بھی تم جیسے آدمی کی ضرورت ہے۔ دھرم دھرم کے کام کو ایک نظر دیجھو۔ ” منہ پیلے یہ دھرم کی تمہیں پہنچی جاتی ہے۔ اس نے یہ سب کچھ ہڈی حوتس خدوتی سے حضرت وف کو بتا۔

پہ منہ کے ساتھ ساتھ پانیب حضرت یوسف پر ترس بھی مانتا تھا۔ یقیناً
 ٹوٹ پھوٹ سے یہاں بھی رجول یا موگا۔ یہ بھی برن میں موگا۔ اس سے یوسف
 نے ذمہ من ٹوٹ رہا رہا اس کے ساتھ نیلی روں گا کہ یہ مردکی سے رہا۔

وقتوں میں سے جتنے پورے کی آوریں آئے ہیں۔ پانچ ایک دہائی
 ہڑ، اور گارڈ، نصف مڑتے ہوئے اور اسی طرح سے کئی محافل
 کو اپنے ساتھ لے کر۔ تم اپنے آپ کی باغی جہاز سے نہیں بڑھ سکتے۔

پیشہ۔ سچے انسان ہاتھوں نے زور زور سے ہڑتے میں ہاتھ میا۔ نس
س سرکاری شہموں نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے میں نے انعامات کو کھیل کے رہ
وں گا۔ تیری چیز؟ میں گاں پوچھوں۔

محضت چڑھ کے کس علی فخر سوید کی مٹی تپا ہوں سے، بیٹھتے سوئے عرض کی
ناب میرے حق جازت ہوت ہیں نہ نہ بدت رواں؟ ہیں نہ سب، چھکی

طرح سے چاتوئوں ن ندیوں ن کھڑیوں میں رو رہا روہینا روگے ہیں۔

پانیب۔ حضرت یوسفؑ ن کے منصوبوں سے باز رہنا ہم۔ کھو ہی تھا کہ
پھر درستی نہیں جانے کی جارت اے ی دی۔ محضوں کے ہاتھ وہ خود
رو زے کے ہیری کسینا کہ کسی خوش رو فتنے سے روقت نہا جائے
یہ کان محضوں نے رو زے سے لگا رکھا تھا۔ حضرت یوسفؑ کی رہیروں کی
ہڑھر ہمدھم ہوتی چ رہی تھی۔ ن کاخیں تھا کہ بھینا بھوہاں پر اس پر یہ
ئے۔ میں یہی کون بات نہ ہوں بہ اسے بائل برعس ر شورہ ہم یکدم موقوف
ہو گیا۔

پانیب اپنے دفتر میں لاشا نہ نہ میں ڈٹ گیا۔ اس نے سوچا کہ فوطیما کے
نقصان میں میرا فائدہ ہو گیا۔ بھوہاں سے کسی چیزوں بھی فکر نہیں رہی
تھی۔ یہ نہ حضرت یوسفؑ کے تمام مور تہائی نل طریقے سے مٹا یا رتے
تھے۔ اس طرح فوطیما کے سر میں جس کے ساتھ تھا ن طرح میں میں صی
تھا۔ اس سے مرہام بڑے چھے طریقے سے انہی پر رہا تھا۔

یہ دکانی ن کے پاس یوسفؑ لیلے رے۔ لمعوں کا ایک ساتھی و سر
سر رہا تھا کہ ر کچی تمام، پھا، حوں و ضروریات زندگی سے و فرس مایہ ہوتا
با شہد گ خوش رہتے ہیں۔

ن کا ر غنہ دل خول رہا اس پر۔ پھر تو میروں کے گھر جت ہوئے مارے
بے وقت، تہا کی کھاپی میں عقل بہا نہیں کام ہوگ۔ ورنہ پناہ م شرن
کے مقابلے میں ان کے پاس سب کچھ ہوتا ہے بہم مرد و مظاہم رتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ ن کے سرے ن تاہر کی مین ساتھ ہی یوسفؑ اور بہو بھی
و نچ روہا۔ اس شخص کا دس حقیقت میں تبدیل ہوتا ہے جو پٹی رند کی رند و خد
نے پ در دے۔ بہا آپ اس نے ساتھ ساتھ چھیں گے وہ آپ کا دس محب،

طمین و رعبہ سے معمور رہے گا۔ اس طرح حد جہاں بھی پہنچے گا
 پہنچنے پر وقت اس قدر تبدیل ہو جائے گا۔

اس شخص نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گاتم سے حد و پیمانی
 کے بارے میں سوچا ہے۔

مصر سے یورپ کے بڑے اہل علم کے ساتھ جو اب دنیا بھر میں اقامت کے لئے
 نہیں جاتے وہ ہمیشہ اپنے اپنے ملکوں میں ہی رہتے ہیں۔ وہ اپنی اپنی
 اس مقصد تک سنبھال کر رہتے ہیں کہ میں اس سے دور قریب ہو جاؤں۔

نہیں اپنے حد سے محبت کرتے ہوئے رہتے ہیں کہ میں اس سے دور قریب ہو جاؤں۔
 اس نے اس سے پہلے ہی باتیں بھی نہیں کی تھیں۔ یہ وہی وہی تھیں جو گاتم سے
 تھے۔ ان سے محبت نہیں کرتے تھے۔

مصر سے یورپ یا ست کے موضوع پر بھی ان افہام کی باتیں نور سے نہ
 تھے۔ مگر اوقات انہوں نے اس کے دوروں کے بارے میں، مگر بحث
 ہو رہی تھی۔ ان کے ساتھ باتیں ہی اس حد سے یورپ سے مصر یا ست
 کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔

وہ دن بہت ہی ناخوشگوار دن تھا۔ ہر طرف تاریکی مائل تھیں۔
 سپاہیوں کا ایک دستہ اوقیدوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ان میں سے ایک فرعون کا
 مانتی تھی ورنہ اس زمانہ پر فوطیفار خود ان دو شخصیات کو لے رہا تھا۔ یورپ
 سے حیرت سے اپنے سابق ملک کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں جہاں وہ رہیں پانیب نے
 محبت ہو کر بلا، ان لوگوں پر مڑی نظر رکھنا۔ ہر فرعون کے خلاف سازش کر رہے
 تھے۔ کچھ دیر یہ فوطیفار نے یکنوں کی لہر سے طبعی و زحی، چھ ٹھیک ہے
 رہتا رہے، ہر حال ہے تو بہر ہے کہ چھتا ہوں۔

نہیں نہیں، ان پانیب نے فاتحانہ چہرے میں ہوا، جب سے مجھے ایک مددگار

مدا ہے خیل میں ہر چیز، مغل منظم ہے۔ اس مجھے کون پریشانی نہیں۔ میرے دوست کا
 در بھی چاہتا رہا ہے۔

مصر سے یوسف کا سانس و پھار پری رہا۔ وہ پریشان ہو گئے کہ میں وہ دفتر
 میں آگئے تو یہ ہوگا

فوطیہ ماری بھاری بھر کمزور میں میرے ساتھ تاثر نہیں تھا۔ وہ غصے میں ہوا، جب
 سے تمہیں یہ مددگار مل گیا ہے وہ مجھ سے ہوا۔ ٹھیک ہے۔ ابھی فرست دیا ہے
 وہ۔ فوطیہ مارا اس سے چوٹ لگا، بھرتا سوکھا جیسے اس کے پیچھے اس کی سیب کا
 سہا ہے۔

ماتی و زمانہ کے خیل میں آنے سے ہر طرف سے فوس ماک ہو رہی
 سانی اپنے لگیں۔ وہ نون و عون کے محل میں علی عہدوں پر آئے تھے۔ اس کے متر
 فون کا سب اختیار نہ کرے، ہاتھ میں تھا۔ قسمت کے چانک اس صحن پر کھانے
 سے وہ سب سے میں پر آئے تھے۔ اس صحن پر اس قسم کے علی منصب ہوئے
 کے قریب آنا خاصہ مشغل تھا۔ لیکن اس علی منصب شخصیات کو بھی مصر سے یوسف
 کے اختیار میں دے دیا گیا۔ وہ رونے نہ سکتا تھا کہ وہ اس کا چھٹی طرح
 دیال نہیں گئے تو اس میں نہ پانی کا فائدہ ہوگا۔ یا پتہ شہید کی دن وہ اپنے
 عہدوں پر اس کا یہ چاہیں۔

مصر سے یوسف سے شہر کی کافی تھا۔ چند حوصلہ افزاء، اس سے نہیں نے
 نہیں رہا۔ پھر اس سے وعوں کے محل نہ بدعائدوں کے قہقہے سنے۔ اس کے
 قیام کے دوران میں مصر سے یوسف نے اس سے فرعون کے مددگاروں، یا سند فوں
 ورنحو میوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کرلیں۔

ایک دن جب مصر سے یوسف نے اس سے ملنے آئے تو وہ دونوں بہت پریشان
 ہامیت بیز آدمیوں کے رہے تھے۔ سوں نے بری خلدہ پیشانی سے سلام کیا لیکن

ساتی ورنان پڑنے والی جو بے حد دوسری طرف کوئی نہ کیسے ہرے
میں تھیں ہوں۔

جناں اپنی ہمت پر پتہ نہ ہیں؟
ساتی نے بڑے ہلکے سے سر ہلکا کاٹتی ہوئی کہہ دیا۔
نہ وہ توں سے خوب دیکھتا ہے

نہ پر۔ نہیں اپنی اصل پریشانی سے گاہ یہ۔ سناہانی جہ میں تو ہوں
بھی یہ نہیں ہے جو ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر بتائے۔

حضرت یوسف الن کے پاس ہی بیٹھ گئے اور قسسی ہرے سچے میں بے حد
میں خوابوں کی تعبیر بتائے کی حد حیت خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ خدا آپ
پہنچے خوب سمجھتے ہیں۔

نہ باتوں سے ساتی کو کچھ حوصلہ ہو اور اس نے ہمت کر کے ہمارے ہمارے
نے خوب میں اپنے گئے نگہوں کیلئے بھی جس دن میں شائیں تھیں۔ بعد ہی
پتہ ہلکے ہلکے چھوئے درگزر آپ گئے۔ میرے ہاتھ میں شانی چمکتی ہیں۔
س میں نگہوں کی طرف سے بڑا دلچسپ ہے۔

جب ساتی حضرت یوسف کو اپنے خواب سنا چکا تو بڑا سہا ور ڈر رہا نہ کے
چہ سے کہنے لگا۔

حضرت یوسف نے مسکراتے ہوئے عقین دیا ہمارے خواب کا مطلب یہ
ہے کہ شائیں میں ہیں تھیں توں میں ہمارے ہمارے ہمارے۔ گاہ کہ تھیں خط
معاف رودن جائے گی اور تم اپنے منصب پر بحال ہو جائے۔

بہ حضرت یوسف نے اپنے مطلب کی بات کی۔ سوئے درجہ کی
جسٹم اپنے عہدے پر بحال ہو جائے تو فرعون سے میری ذمہ داری۔ مجھے نہ ہمارے
ملک میں ہے۔ میں نے یہاں کوئی کام نہیں کیا۔ میں مجھے سہل بھیجا

جاتا۔

راتی نے رن امر جی سے جواب دیا، بے شک مجھ پر بھروسہ رکھو۔ اس جہ سے ہر نکل جاؤ تو سمجھو کہ تم بھی سزا ہو گے۔

بقایان پہ سے جو بھر بھی صبر نہ کر سکیں، چمکتی ساری آنکھوں سے کہا میں نے خوب دیکھا ہے کہ میں نے سر پر تیس روٹیوں کی ٹوئریوں ٹھار بھی ہیں۔ سب سے زیادہ دنوں میں بادشاہ اپنے ہر قسم کی روٹیوں میں اور پرندے نہیں کھاتے ہیں۔

اس جواب دہن حضرت یوسف میں ہمت نہ تھی کہ ان پر مسید آنکھوں میں ہاتھیں ڈال کر دیکھتے۔ لیکن ساتھ ہی وہ تھوٹ بول کر سے اندھیرے میں نہیں رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے دھڑکے سے کہا مجھے افواہ ہے کہ تمہارے نوے کا مطلب یہ ہے تیس روٹیوں میں تیس روٹیوں میں بادشاہ تمہارا سر تن سے جو روئے گا۔ تمہاری آٹ بٹھکے پائے گا۔ ایسا بولے گا اور پرندے تمہارے گوشت کو بیٹھائی کر رہا میں گے۔

نان پر نہ تھی نہ ہوں۔ وہ غم سے چنگھڑتے ہوئے یوسف نے ورے سے چھتے حد مت گاؤ تا بت مو۔ لیکن جہاں تک خوب کی تعبیر کا تعلق سے تم کچھ نہیں جانتے۔ جوں چاہو مارے جاؤ۔

لیکن سحر کار جیسے کہ مصر کے یوسف نے ان کے خوابوں کی تعبیر کی تھی، یہاں بھی۔ راتی میں اس حد تک ہو گیا کہ رات پر اپنے منہ پہنچ گئی۔

مصر کے یوسف کو بڑی بے چینی سے ہر روز رات کے پیچھا تھا۔ پھر سے گا تھا۔ راتے ذمے میں بار بار خیالات بھرتے، وہ اس غصیم شہنشاہ کی طرف سے کوئی بیگمانہ نہ کرنے کی تو جیسا تلاش کرتے رہتے۔ رات رفتہ رفتہ ان کی بے چینی مایوں میں مدہ گئی۔ اسوں سے نیک بار یہ معلوم کر لیا کہ وہیں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

سب مضمیٰ پر موقوفے ہیں۔ میں ایک پرنا سوال تم میں پوچھنا چاہتا تھا کہ
میں خود کہاں ہے؟ کیا اس نے مجھ کا مجھے بھائی دیا ہے؟
میں جواب میں مزید وہاں کا خطوط مرصعیت کیا۔

ہا تو اس باب

شادی بدو

شادی بدو کی شادی سے سک رہا تھا۔ پھر صبح فطیمہ ان کی شادی سے سبب معلوم ہو
 نہ پاری تھی۔ اس کی زندگی شامہ سوچے فکری شادی میری ماں کو کیا ہو ہے؟ اس کی
 طبیعت ان بے چینی کی دنیا میں شوخ و تازہ کے باطل پر غصہ ہے موسم کی
 شدت کی پرہیزگار و خیر و خیر و خیر کے کاموں میں مصروف رکھے ہوئے تھی۔
 شامہ کو سے خصلتیں رہا تھا۔ ان تھی۔ اور سب مرید باس کے مقاب کا تھا۔
 نیب سے یہ اس کے سے سے پر تھا لیں کون بھی اس کی نظروں میں نہ جاتا رہا
 تھا۔ وہ پسند بھی تینے تا اس کے کیا سے نہ چائے کہیں جھڑپے تھے۔ رشتہ
 رشتہ کی بہت سے بعد فطیمہ کے سے اس کے سے جو غصہ کا دھڑکھڑکا تھا۔ اس نے من
 نکلیوں سے پکی ہوئی دیکھتے ہوئے یوں بات بہ عانی اسب سے جو غصہ مل گیا
 ہے ہمارے حالات باطل سدھر گئے ہیں۔ یا سب بتا رہا تھا کہ اس کی معرفت اس
 وقت کی بدلتی ہے۔

شامہ میرت روہ کی کام نہ بننے لگی۔ دیکھ کر شامہ کی کہیں اس کے دل کی
 یخیں غم کی رزق تھیں۔ سے جو پہ غصہ رہا تھا۔ وہ چوٹی، پھر بھی اس کا نام
 میرے ہا منہ نہ بیٹا۔ بہت تو یہ ہے کہ بھی اس کا سر دو۔

اس سے وہ وہاں میں چلی ہوئی تھی۔ وہ مجھ کو تھی کہ وہ پہنچے تو کسی
 طور پر قائل نہ رہا کی۔

فطیمہ نے نیب پہ معنی سے سے ہون وہ بھی وہ رہا تھا۔ بلکہ نے
 چا اس نیم مر رہا کی وہ بہتہ بننے کی یکے اور خوشی کرنے کا وہ رہا
 شامہ کی ان حوصوں میں سے تھی جو اس کے مزاج کو چھٹی طرح سے سمجھتی تھی۔
 سے فوراً اس ہو جاتا تھا کہ کب اس کی ماں کی ضرورت ہے۔ جب وہ وہاں

کا جوڑ بناری تھی تو اس نے بڑی تفتی سمیڑ سکھ میں اس کی اصرار بندھانی سقا
نوطیقہ رات دن بہتیں مصروف ہیں۔ موعون و محنت و امداد کی برجان
جو کھوس کا کام ہے۔

نہیں نے تادیق اور گہری سس بھری مانتی تو ہے کہ بادشاہ کی بیٹی تو
میرے شاہی جان کی نہیں تھی۔ اور ہاتھ تو وہ لرغون کے محل میں بیہودہ روئے
مردہ بھی ہیں۔ پھر نہیں سر کا می میل اور پچھ سوں کا بھی تھا۔ مرنا ہوتا ہے۔ کہ
نارباہ ہے کہ میرے سے توں کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔

[illegible]

بھی وہ جہ کی تیاری کی رہی تھی کہ تے گھوڑوں سے ماپوں اور تھیں
 پہ چھ ہٹ تہی دن جو کہ صحن سے نہ داخل ہو رہا تھا۔ یکم پیرن موٹی فوطی مار
 ورس وقت؟ نے وپر جھروکے سے شوح ۱۶ ڈھ رہا تھا ہدیہ۔ یہ بے وقت سچ
 کھر میں نیے میہ سے سرتاج، پتو بہت سی تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔

فوطینار نے پسیہ پڑھتے ہوئے یہ لکھا: "رہبت میں سر ہاتے ہو"

بہدی سے مل رہی تھی۔ اس سے پہلے وہ دیون خانے میں داخل ہوتا تھا بھی اس
 دن پھر وہی جیسے حال کی سے پیپے تھی۔

فوطیمار نے خود کو ری پر رتے ہوئے کہا، یہ گلاس ٹھنڈی پانی بنی رہی پر
 رہی ہے۔

دیگم کا شمار ہوتے ہی ہمارے پانی پینے چلی گئی۔ فوطیمار اپنی چاروں بھرنم آ رہیں
 اپنی بدنورہ ۱۰۰ سالہ گائیٹاواں محل میں تو سید گا ہے۔ چاروں انش اور انجی
 ورنہ جے ہون دن محل میں لٹے پڑے ہیں۔ اس نے بھندوں سانس بھری بھی
 مانی تو رہا ہے بھی مانی۔ سب کے سب فرعون کے وہ حواری کی تعمیر ہوا ہے۔ ہشت
 رہے ہیں۔ پھر اس نے رور سے اپنی رہا پر ہاتھ مار گاتا ہے دیتا دل نے ی
 خاص وجہ سے اس کے ذہن نہ ۱۰ یہ ہیں۔

دیگم نے وادی سے شتر کی پڑوں رہوہ کا جام فوطیمار کو تھمتے ہوئے چمک رہ
 ہاں، جان مٹ۔ سب کا پسندیدہ مشروب گلوہوں کا اس پانی ہے۔ صیحت میں ہو
 جا۔ کی۔ پھر اس کے متبادل بٹھتے ہوئے پوچھے گئی۔ رہے جے کہ فرعون کی کئی
 دنوں سے ہونک ورنہ زچلی ہے وہ پھر اس کا مزج ج مٹ گل بہت چہ چہ ہوگا۔
 نہیں سے ہر مزج میں کہا جاتا۔ خوش قسمتی سے ہر پھلا و شہ ہے ورنہ وہ
 مجھے ن سب دھوکا مرقم را نے کا سہا ہے۔ ایتا۔ ایتا مجھے اس خوشی نکل سے
 پچا رہیں

فوطیمار نے وہ پینے پینے چمکے رہا۔

پتہ ہے بادشاہ بہت ربا پریشان ہے کیونکہ ان خوابوں کی وجہ سے اس پر ہر
 شت چھٹائی ہے۔ جتنی دیر بوقت چاہی ہے تھی سے نہیں ہو پتا ہے کہ ایتا
 سے مصر پر مارل سونے کی تہائی سے ہر دور رہے ہیں۔ جب تک ان خوابوں کی
 تعمیر و ساخت میں موجود ہیں تب تک ان چہن نہیں آئے گا۔

ایک شہید پریس سے سورت، دیوار کا پیر کی بھی چھوڑ دیں۔ ۱۹
فوجیوں نے ٹیلی میں سر ہدیہ۔ فوجیوں نے بھی ۱۹ سورت کا کل ہے۔

تے میں تلگوں میں جوتوں اور وہ ایک زسائی کی ایسی میوہ بنے۔ یہاں
اس نے بڑی پھر سے لوفیقا رومسی دی۔ آقا فرعون نے آپ اپنے حتم نامہ
صاحب یہ کہ فیصل سے پڑھنا می قیدی افور رہا میں حاصل یہ چاہے۔

یہ نصف فوطینہ بھر محفوظ رکھیں گے۔ چوبیس ماہ کے ذریعے
ساتھ ہی پندرہویں طرح سے پائے گئے فوطینہ بھی بھاری پاتھ۔ ۱۸۹۰ء میں
میں عظمیٰ مسمریہ سے عورت بھی گئی تھی۔ اس کا گنہ ظہر موجدے گا۔
تھا تو کسی اس قسم کی موجدیہ؟ اس نے محفوظ سے معذور راجہ۔

محفوظ نے جلد کی جلد کی وصاحت کرتے ہوئے کہا، وہ دو ساتی جو وہاں پہلے
 قید میں تھا، یہ سب کچھ نہ نہ رہا ہے، جب وہ نیل میں تھا تو نہ یوسف
 نے اسے دوسرا زمانہ پرنے خوابوں کی جگہ پر بھیجی تھی۔ چونکہ فرعون کے خواب
 کی تعبیر سنا کر اسے اس کی بات نہیں ہے اس نے اسے ساتی نے ہمت رکھے
 بادشاہ کو اس قیدی کے بارے میں بتا دیا ہے۔ ظاہر ہے اس وقت یوسف نے فرعون
 کی تحریر مہیا کی ہے۔

فوطیہ یا روضہ سے چڑھ کر بارے میں جتن سوچتا تھا، تباہی و بربادی جتنی بھی تھی۔ وہ
 ۲۔ چنے گا، چنے تو مٹاؤ اختیار کرے گا، وہ بھی نے نسل میں نہ رہے گا۔ یہ سب
 پنچھ کے لئے ہے، وہ جس نے ہر جہت میں اس کو کامیابی ملے
 کی منتہا کی ہے، قید خانے کے دروازے بھی مٹیں گے، یہ ہیں۔

تھہ ایک جھٹکے کے ہاتھ رک گیا۔۔۔ اسے میں نوٹ دیا کہ سوچ کہ جو حرف لکھ رہا ہوں
 نے سامنے پیش رہے کہ تو بل جاتا ہے میں کافی وقت سے گا۔ پھر وہ اس خیال سے

مضطرب ہو گیا کہ کس طرح وہ اپنے پرانے درق میں عتقادنامہ سے نئے برسوں بعد ملے۔ لیکن اس وحیرت و شگفتہ زندگی جب اس نے حضرت یوسفؑ کو پہچان کر طرح صدمہ کا شکار ہوا۔ اس کی آنکھوں میں لڑتے ڈھنگ سے ٹپک نکلتی تھیں۔ دوسرے سے عجیب بات یہ تھی کہ فرعون کے محل میں اسے وحیرت سے اس عمر کی نوجوان اور حیرت نہ ہونی ٹوٹا تھا۔ ہر ایک دفعہ پھر حضرت یوسفؑ کا ذکر چھو گیا۔ یوں لگتا تھا کہ اس میں سے کوئی خاص قوت نکلی ہے جس نے اسے جکڑ دیا ہے۔ یہ جیسا ناگہان رجحان میں تو صرف دینا ہی کی کوئی خوش مزاجی اور پیشگی مصلحتیں رہتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی حاکمیت ہو گئی اور پڑے ہوئے مسائل فرعون کے سامنے پیش کر دیے گئے۔ جب وہ ادا شدہ اسے منظور کر لیا تو دربار میں موجود معززین میں سرگوشیاں ہو گئیں اور میدانِ سیاست میں وہ اپنے اپنے دائرہ کے خواہشمندوں کی تعمیر بنائے گئے۔ کیا پھر سے ملک میں نوجوانوں کا دور کے دنوں میں یہ سب متایب و فاسد کے ہرے تھے۔

فرعون پر حضرت کی یہیت حاکم تھی۔ وہ اعلیٰ چینی کے عالم میں چٹھہ کاٹ رہا تھا۔ اس نے حضرت یوسفؑ کے سامنے ہڑے ہو کر اس نام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ نام کی آنکھوں میں اس کی گہرائی تھی۔

اداشہ وقتہ رہے شہادتِ عمیر سبکدوشی جنہ گاہم نے ایک خواب دیکھا ہے بیان کوئی بھی اس کی حق تعبیر نہیں بتا گا۔

چاند کس کا جہنم رہے پہ میدانِ یاس و ربات چاروں راتے ہوئے تھے گا تاہم مجھے بتا دیا ہے کہ تم خوابوں کی تعبیر بتا سکتے ہو۔

حضرت یوسفؑ نے بنا سہ پہ شہید و رزاقی حاکمیت کے عرض کیا وہاں چاہیں خود تو کچھ بھی نہیں رستا مین میر خدایا اصل تعبیر سے متعلق علی بخش جو اسے گا۔

حضرت یوسف ہلال پہ سکون تھے۔ بولتے ہوئے ان کی نگاہ میں ہلال غامض
جھلکتی۔ دھن اور علی السراں بھی گنگنا رہے تھے۔ ان میں حیرت تھی جو وہ
جھبہ، خوف اور بغیر سر جھٹکے ان سے محسوس تھا۔

فرعون نے چپ تخت پر جا بیٹھا، منکھیں بند، کے بنے گا ہم نے جو اب میں
دیکھتا ہے کہ نام دریاے نیل کے کنارے بڑھے ہیں۔ تنے میں سات سو اور
خوبصورت گائیں دریا میں سے نکلیں اور گھاس چھنے لگیں۔ پھر سات اور گائیں
دریا میں سے نکلیں جو بہت کمزور اور دبی تھیں۔ وہ تنے، تھکے حال تھیں کہ ہم نے
حق تک پورے مصر میں سی بیکل گائیں نہیں دیکھیں۔ اور ابلی گائیں مولی گایوں
کو کھائیں سینے سے باوجود ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ وہ پستے کی طرح دبی کی
ابلی رہیں۔ پھر، ہری گائے کھائیں۔

فرعون نے اپنی منکھیں کھولیں اور چھ سو چھپے کے بعد پھر اپنے ہاتھوں دھوئے
وہ پناہ میں چار کی رکھ، ہری گائے کھائی اور ہم نے یہ خوب دیکھا۔
اس نے ہم نے دیکھا کہ ایک گائے میں سات بھری اور چھپکی چھپکی بھری نکلیں اور
ان کے بعد سات بھری اور چھپکی اور چھپکی ہوں گے اور سات بھری بھری نکلیں یہ
یہی باتیں سات سو اور عمر ان ہوں بھری نکلیں۔

بادشاہ کی ٹھکان میں حضرت یوسف پرز کی تھیں۔ وہ بڑے عوام سے یوں دیکھ
موت۔ سات چار۔ ہرے ملک مصر میں سات برس کثیر پیداوارے ہوں گے۔ ان
کے بعد سات سال ایسے ہوں گے کہ ہوں گے۔ گائے چھپکی کے وہ سات برس
جھول جائیں گے۔ یہی طرح کا خوف۔ وہ آئے وہ دیکھا ہے۔ اس کا
مطلب یہ ہے کہ یہ بات خدا کی طرف سے مسرور ہو چکی ہے اور وہ سات چھپکی
رہے گا۔

انہوں پریشانی کے عام میں فرعون نے چھپکی ہوں ہوں ہوں سے چھپکیا۔

معززین اور اس بھی پناہ دہا کی طرف سے اس کا ظہور رہا تھا۔ صرف
حضرت یوسف کا چہرہ پر غم نہ تھا۔ انہوں نے اپنی ہمرچہ رتھ میں جب
پناہ دہا کی طرف سے اپنے مفید مشورہ دیا تو اس کی جان میں جان آئی۔

حضرت یوسف نے اس کا جواب دیا کہ یہ کسی دانش مند شخص کا
تجربہ کریں اور اسے ملک مصر پر مختار بنائیں۔ اس کے علاوہ آپ کا نظر بھی متحرک
ہو جو خوشیوں کے ساتھ ساتھ اس میں اس کی پیروی کا پتہ چلا۔ حصہ
ہو۔ آپ نہیں حکم دیں کہ اسے چھ برسوں میں سب کھانے کی چیزیں
جمع کریں اور شہر میں غنہ جو فرعون کے اختیار میں ہو جو اس سے فراہم کر کے اس کی
حفاظت کریں۔ یہی غنہ ملک اپنے ذمہ ہوگا اور اس میں جس تک ملک
میں کال رہے گا کافی ہوگا۔ اس طرح ہر طرف سے اسے بچاؤ میں لے گئے۔

حضرت یوسف کی بدلتی ہوئی طرف سے فرعون کی طرف سے اسے
لگائیں۔ حضرت یوسف نے یہ بات واضح ہوئی کہ بھی بھی نہ یوسف نہیں بعد یوسف کا
خداوند سے محبت تھا۔ اس پر فرعون اور اس کے ساتھیوں کو حضرت یوسف کی تجویز
اس سے منظور تھی پھر بھی نہیں کرتا تھا کہ نہیں تھے با اختیار منصب لیے وہ اس غنہ
میں کا تھا۔ نہ فرعون جس نے غنہ فیصلے سے پورا ملک تیار ہوا تھا۔

فرعون نے کچھ ایسے معتمدوں کو مقرر کیا۔ ان کا وہ ایک ٹیم پر پہنچا۔ اس کا چہرہ
خوشی سے متھرا تھا اور وہ حاضرین سے محبت ہو رہا تھا۔ ان میں یوسف بھی تھا۔ وہ اس
میں خداوند کی روح سے ہرگز نہیں ملے گا۔

یہ سنتے ہی اسے دربار ہو گیا۔ منب سولہ گیا۔ ہر طرف گہری خاموشی پھیل گئی۔
اسوں نے اپنی وہ گمگشتی کی پریشانی مہر تھی اپنی نگاہ سے تار حضرت یوسف کو
دیکھتے ہوئے کہا میں آج سے تمہیں مصر کا حکم دانی بناتا ہوں۔ تمہارا نام سناتے ہی
ہے (جی حد۔ علامہ یہ ہے وہ وہ رہا ہے فرعون کے جگہ میں اس کی چوٹی تھی۔

ہر طرف سے مہربانیت نصیب ہے۔ مجھے یکیں۔ فرعون زندہ، ہوش کم زندہ

سورج دیتا رہا یہاں کی فوضیہ حالت ایک پل تک بھی 30 سالہ غم کی نوجوان کے چہرے سے اپنی انہیں نہ ہٹا رہا جس پر یہ ناظرین تھ جیتے۔ ہمیشہ سے ہی فرعون کی حضور میں رہا ہو۔ صحت یوں کہ ہر شے ہمت میں صدیوں سے مزے تھے۔ کٹھن، جسم، ذہانت، حس و رسم، علم، رچی کچھی تو تھا نہ میں فوٹو گراف کے ہم۔

مان میں بھی نہ تھا کہ گئی سے فرعون کی کیٹی سنا تھا کہ تھوڑے فاصلے مانگے گا جو بے مصلحت کا محتار رہا یہاں گیا تھا۔ اس طرح فرعون نے نصرت یوسف و فوٹو گراف جیسے پھر چوں کے خاندان کے علی حسنی کا فخر بھی بنا یا۔

اگر حضرت یوسفؑ کا دل بری طرح چر رہا تھا۔ جسی تصویر کی یہ پہلے وہ
 مردہ کی ذیل میں تیرا تھے۔ وہ خود مرنے والے میں خاص قیمتی خلعت عطا کیا تھا
 ورنہ کے گئے ہیں۔ نے دیکھ کر ہنسی تھی۔ پھر ہوں نے مرنے والے کا لباس
 ہم چاہتے ہیں کہ سب لوگ اپنے لئے حاتمہ استعمال کریں۔

پندرہ سو سال پہلے قسطنطنیہ کے حکمرانوں نے کہا کہ یوسف و دوسری بیوی نے مصر میں کھیتی باڑی کی اور پھر وہاں سے لوٹ آئے۔ اسی زمانے میں مصر کے حکمرانوں نے کہا کہ یوسف و دوسری بیوی نے مصر میں کھیتی باڑی کی اور پھر وہاں سے لوٹ آئے۔

محضر ہے یہ کہ جب اپنی ارادتیں رنگوں پر ایک قہر ڈالیں تو انہیں نہیں رہیں
 رہا تھا کہ قید خانے کا دروازہ کتنی جلد کی کھلی گیا تھا۔ جب ہنگاموں میں نہ رہتے
 سو نہیں دیکھ لکھ رہے تھے بچے، خوتنی سے نئے لگاتے درن کے تھکے
 آگے کھینچے جاتے تھے تو نکادیں پہنچا پد کے وفادار احمد و تحریف سے سر پر
 سوتا جاتا تھا۔ ان کے لیے بھی نہ تھا نہ پھنڈا تھا۔ وہ وقت حد سے مقرر رہا
 رہا تھا سب کچھ سب طور سے بروقت چل رہا تھا۔ سب کے خوب جزواری

طور پر پورے ہو چکے تھے۔ یہی نکتہ ہے، حقیقت میں حاکم بن چکے تھے۔ ہاتھ
 ساتھ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ جی منصب نہیں اپنی ناطر صوبہ نہیں، بلکہ خدا
 نے نہیں اپنے کھرے سے پیشہ مصر میں اس سے بھی تھا تاکہ وہ نہیں دلاؤ
 سے پی نے کے نے پہلے ہی جہد تیار ہیں

۱۔ شامہ ہاتھ سے مصرت یوسف کی شادی کی تیاریوں شروع ہو گئیں۔
 ساتھ کے ساتھ ان کا یہ بڑی اہم اور اہم سے نجی پیدا۔ حضرت یوسف و بیٹی
 یوری سے بہت محبت تھی۔ آخر کار ان میں ایک یہاں دل مل گیا تھا جو صوفیوں نے
 ہر تاتھا۔ نہیں ایک یہاں تھی مل گیا تھا جو ان سے محبت کرتا اور ان کا ایک
 دیا تھا۔ لیکن یہ میں وہ زیادہ وقت گھر پر نہیں گزار سکتے تھے۔ پہلے وہاں تو
 نہیں بہت زیادہ وہاں پر جا رہا تھا۔

مصرت یوسف نے ہاتھوں کو مصلوں پر زیادہ سے زیادہ کام پر مامور کر رکھا۔
 وہ چاہتے تھے کہ بھیتوں سے اور متعدد زمینوں کا حاصل کیا جائے۔ اس نے وہاں
 کے افسران بھیت بڑی کی زیادہ مقیم رہتی تھیں کہ ان کے میں مصروف رہتے تھے۔
 ہاتھوں سے بھی پیدا ہو کر محفوظ و ذخیرہ رہا یہاں۔ نہیں تربیت دینے کے بعد
 حضرت یوسف کو مانجے کے عود میں کی تعمیر کی تھیں بھی رہی پڑتی تھی۔ ہر ان کی دی
 سے حق مصر حضرت یوسف پر ہاں پیدا ہو کر انچوں حصہ ذخیرہ رہتے تھے۔ وہ
 تو مگر عظیم ترین ان سے چاہنے کے سے اپنی رتو کو کوشش کر رہے تھے۔

بہت سے مصر کی معجزات میں ان جہنمی سے جسے تینے علی عہد نے فرمایا تھا
 اندر رہنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ متعدد ایسے لوگ بھی تھے جو ایک ایسے عبرت
 جو کہ بحر ماند پر منہ کا حامل نہ تھا ایک حاکم کے عہدے پر پورے ہوئے جاتے
 تھے۔ ان زیادہ محنت ہوئے کے باوجود مصرت یوسف کی کے ہاتھوں
 وفاداری سے اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا۔ میں سرور رہتے تھے۔ خدا

س مشکل وقت میں نہ کے ساتھ تھا اور نہیں رکت دیتا تھا۔

خوش حال کے نہ سات ساتوں میں غم سے نہیں وہ بیوں سے نور۔ پہلے
بیٹے کا نام انہوں نے مہدی رکھا جس کا مطلب ہے بھلا دینا اور دوسرے کا فریم
یعنی پھل اور

کافی دیر رہنے کے بعد جب مصرت یوسف کھڑے ہوئے تو پانچ دن چٹائی۔ مہدی
اور فریم دوڑتے ہوئے آئے اور پاپ نے وہیں واپس ہوا وہیں میں حشر آیا۔
شکر ہے کچھ میرے پاس کھڑے تھے۔ انہیں حائل میں تھے آپ بہت بدلتے
ہیں ساتھ ہے۔

جب وہیں پہنچا کرو گئے تو مدین سے نہ پر ہر ہرق ضرور۔ مصرت
یوسف نے پٹی بٹیں پٹی پیٹتی بیوی کے راجہ مل راہیں اور نہ گئے۔ تم سب
مجھے بہت عزیز ہو۔ غم نے نہائی کے دلوں اور کھڑکی دس و تار یک دلوں کا کائنات
میرے دل سے نکال دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں اس غصی اس میں بہت زیادہ
بار بار در در رہو ہوں۔

ساتھ نے معنی خیز نہ زمین نہ دیکھوں میں جھانکتے ہوئے ہوا ہمنام کے
دہاکی کے ساتھ ہی آپ اپنے آپ اور بیویوں سے ملنے بیٹے تھے لے جین
ہیں۔ میں آپ نہیں یہاں کیا نہیں پتے؟

مصرت یوسف نے برے رات سے جو دیا جس تک میرے دہا کا تعلق
ہے اس کیسے تو میں ہر پہلے مر چکا ہوں۔ ساتھ میں نے جہاں تھا غم یہاں
ہے تھوڑے وقت بعد راتوں کا غم یہاں ہے اپنے وقت پر رہا ہے۔ مجھے اپنے نوے سے
معصوم ہو چکا ہے کہ یہ دن میرے بھائی میرے گئے تھک رہے ہیں گئے۔ یہ
تہتے ہوئے نہ کے چہرے پر غم کے ہرے مے پھل گئے اور بات جاری رہتے
ہوئے ہوئے اس کے پہلے کہ ہمارے منہ نہ ہو نہیں میرے ساتھ گئے ہوئے

اپنے نہیں نہ ہا ہا رہا ہوگا۔ نہیں مجھ تک درخت تک پہنچے یہ تو بہ رنی ہو
 گی۔ ہم مصر حضرت یوسف نے چاہے وہ چھوٹے بیٹوں پر چھتا ہو۔
 رگوتی کی، مجھے اس دن کا مدت سے نظر ہے۔

سجواں باب

حیرت انگیز واقعات

صرف مسہ پر ہی نہیں بلکہ قلم کے باہر کن اثرات کائنات پر بھی پڑے۔ حضرت
 یحیٰیؑ اپنے بیٹے کے بارہ زبوں میں بیٹھے معرکوں میں ہارے ہوئے منشیں کو
 ٹیکے ۲۰ ج ۱۰ پیراں تھے۔ ان کے کیا اثرات ماضی کے خوش گواروں میں بٹک
 رہے تھے؟ جب رطل، یاد اور یوسف زندہ تھے۔ یوسف تو تقدیر نے اتنی لمبی رحمت
 سے ان سے چھین لیا تھا۔ پریشاں حال حضرت یحیٰیؑ نے غصہ کی باتیں بھری۔
 تو سب جانتے تھے کہ ان کی دنیا سے وہ دور ہو کر جہنم سے رخصت ہونے
 کی باتیں تھیں۔ واللہ! وہ اس سے رجا میں گئے۔ کہ ہر کسی کے
 دہانوں کے جھڑو اور ہڈیوں کے۔ ان کے بزرگ شہر پار پختا خدا نے وعدہ
 کیا ہے کہ ان کے دہانوں میں سے ایک قورمے کا پلے گا۔

ان دیوانے کی باتوں نے کیا دھڑکا ہوا ہے؟ غرض ان کی باتوں میں تھم یا
 نہ رہے ہوئے ہوئے خدا کے ہاتھ سے میرے پائے ان کے دل سے ہے تو
 ان کے دل پر لے کر بھی قادر ہے۔ بہن کے خدا خدا گئے، ہر کہ جلدی کمالی
 ہم چاہتے ہیں گئے یہاں ہم اس سر زمین پر چھٹی ہیں۔ وہ پہلے ہی میں نہ تھی
 وہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ہم ان چہ گاہوں میں اپنے ریوڑ چلتے ہیں۔ سے
 خدا خدا گئے خدا ہے کہ ان کے دل جیسے جیسے میرے بیٹے ان مت پر توں
 کے ہاتھ لادیں نہ رہے ہیں۔ سے خدا خدا گئے تمام جان بچا رہے ہیں تو مدد
 پا میں کہہ ہی رہی، انہی خدا خدا

ختمیں ہو گئیں۔ ان میں جو نہ تھا باپ کو خبر دے رہے ہیں کھنکار دن
 غروب ہوتے وقت وہ ان کے پاس پہنچا تھا باپ کے پاس بیٹھا تھا۔ چند لمحوں
 خاموشی کے بعد اس نے اپنے اس قادر اپنے باپ کے آگے بڑھ لیا۔ وہ امیر

مجھ میں نہیں تھا کہ رنہ احمد نے ہمیں چھوڑ دیا ہے؟ یہ تو آخر میں کہاں تک پہنچا۔
 کا؟ مضحکہ ہی بہت سے مومن بھوک سے مر گئے ہیں۔ وہ خنجر رہا ہیں۔
 رنہ بھی بدنحالت ہے۔ رنہ نے لٹاؤنی سے اپنے بپن ہاتھوں میں بھاڑا۔
 آپ وہ کچھ ہے؟ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔ بپن۔۔۔
 بھی دقوں سے ہیں۔ تارے کچھ ڈور بھی بپن سے موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ رنہ
 میں تو تہمت و ملوث ہو چکی تھی۔

حسرت یعقوب نے سینے میں گھسنے لگا بھڑکائی۔ وہ بڑے سس سے
 یہاں رہا۔ رنہ انہماک حریف۔ مصر جہاں بہ بین میرے بیٹے وہ تو
 لٹاؤ بڑا بپن کی بنا سکتے ہیں کہ حد نے ہمارا ہاتھ چھوڑ دیا ہے۔ رنہ اور
 وہ ماند ہوئی تھی۔ رنہ سے توقع رہا ہے کہ وہ اپنی حریف سے خواہ مخواہ کریں۔
 سے سستی پسند نہیں ہے۔

نہیں۔۔۔ میرا ہوتا ہے۔ میرا ہوتا ہے۔ میرا ہوتا ہے۔ میرا ہوتا ہے۔ میرا ہوتا ہے۔
 نہیں رتے بھائی شمعون کے بیٹے نے مجھے بتا دیا کہ سس کے بپن کو تو رتہ مصر
 کے ڈور نے خوب تے ہیں اور ہمیشہ رنہ کا شہر۔ یہاں ہی رہتا ہے۔ وہ اپنے
 سے شہر اور جوئے کو پکارتے ہوئے کھٹکتا ہے۔

پھر نہیں نے اپنے بپن سے اتنا دلدادہ نہیں ہے۔ میرا ہوتا ہے۔ میرا ہوتا ہے۔
 جانے کجا رتہ دے وہ۔ ہمیں حد کی وجہ رہا ہو گا ورنہ سس بڑا ہو جائے گا۔
 یہ سستی ہی حسرت یعقوب نے بری رچوشتی سے بڑے نہیں نہ نہیں ہو گئے۔
 میں تمہارا قصہ برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہارے بھائی مصر جہاں میں گئے۔ رتہ نہیں
 وجہ ہو یا میری برداشت نہ ہوگے۔ رنہ وقت سوچوں تیار رہتا ہوں۔
 میں حیرن ہوں کہ یعقوب کے بیٹے کی قدر ڈھیلے کیوں میں!

پس حسرت یعقوب کے بپن پر تار ہو رہے ہیں۔ بپن کے بپن پڑھ رہے

ربوں غم سے سر پہ رہ نہ ہو گئے۔ جب وہ مصر کی طرف جا رہے تھے تو اس میں سے مریمہاویں میں حضرت یوسفؑ آیا، رہے تھے۔ 25 اس پہلے نہ بھی وطن مصر جا پڑے تھے۔ نہ وقت سے نہ میں سکیں۔ اسی پہ چھٹے بھائی کے نام کا، ملک نہ آیا تھا لیکن اس کے بہادر یوسف کا قتل نہ کے فائدہ میں ثبت رہا۔ مرنے کے بھائی کی صورت نہ ان دکاہوں میں پھر نہ رہتی تھی جب 25 اس پہلے وہ نہ سے زرتزر رحمٰن بھیجا، ملک رہا تھا۔

دن نے بچے دل سے کہا، وہاں نے نہیں کو ہمارے ہاتھ جیتے سے نکالے۔ اس کا ہم پر سب بھی ملتی رہتا ہے۔

یہود نے عترة فیاہم کی سوکے مستحق ہیں۔ ہم رحم ہمیں سے ہاتھ رہا۔

اوی نے بری ڈھٹائی سے کہا، بھائیوں؟ یہ بدو اپنے رندہ خد پر بھروسہ نہیں رہا کہ وہ ہمیں بوجھ نہ گھڑے، اس سے گناہ

یہود نے اوی دکھا جانے کی نظروں سے دیکھا۔ وہاں کے یہاں پر نکاتہ چینی رنے پر جرأت نہ کرنا۔ خد یہاں کا یہاں مت پہنچا۔ دیکھتے نہیں کہ وہ اس طرح اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے آرزو مند رہتے ہیں؟ اس سے وہ بوجھ نہ کرے، اس کی مثال اوی کے نہیں بھی بدی سے روکتے رہتے ہیں۔ پھر ٹھنڈی اس بھر رہا فاش میں بھی خد کو میں نے جانوں جیسے ہا جا رہے ہیں۔

مصر سے عترة کے لہر نے ظاہر فر دقت کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ اس میں بھی خد کی حکمت تھی۔ وہ نہیں پے وطن سے نکالے حضرت یوسفؑ صرف سے جا رہا تھا۔ رقتہ ناماہب نہ ہوتا تو مریض نہ جاتے۔

دور غریب رت حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی ملاقات مدینہ تاجروں

سے ہوں اور نہیں نے نہ تھے ہاتھ لگائے۔ جب وہ گئے، دے کر،
 آئیے تھے تھے تو میں سے ایک نامی ایک نامی نے وہ حوصلہ کرتے
 ہوئے کم مصر سنا تھا کوئی تلاش کرنے کو کہا۔ وہ فرعون کے شہر میں لی بک
 تاج کے وہ میں ہی ہو گا۔ غر نے مرید کہا، تے علی خاندان سے تعلق رکھتے
 تے وہ جو وہ کم ہر با خدائی شخص سے۔ وہ مودی سے تو ایسے گپ، رہنمائی سے
 وہ تو اٹھی نہیں سے یہ۔

دن نے تھوڑے چھوٹے ہوئے پوچھا میں کم کم مصر وپچی نہیں ہے؟
 ہرگز نے جواب دیا، سے پوچھا، بہت آسان ہے یہ نلہ پوری رہا میں اس میں
 صیہ کی قائم ہے۔ صفات تھیں انسانی جسم میں دیتا ہے۔ وہ ہر برق قیمتی شہر
 ہر پنتا ہے۔ اس کے مرند میں ایک حرا و منجر ملک رہا ہوتا ہے۔ اس کے
 کندھوں سے، ایک منظر بادہ ہوتا ہے، اس کے گھگھے میں ایک بڑی دیوے کی
 رنج جھمکتی ہے۔

کہ رہی کافی ہر ایک گگ کو تھوڑا رہا، ہر پھر دھیسے سے میں ہو، کوئی بھی شخص
 اس سے دن بات بھی نہیں چھپا سکتا۔ یوں وہ نہات کے حیوات پڑھتا ہے۔ یہی
 وہ شخص ہے جس نے فرعون کو قتل کے بارے میں پیش گوئی کی تھی۔ دن دور رہی
 کے طفیل مصر کو کار مرہ نے یہ پوری طرح تیار کی پید ہے۔

بک دوسرے تاجر نے دلیل دی میں نے شہر دیکھ کر غیبتی نہیں ہے۔
 گگ و مرید تھے وہ، بہا وہ تنہا، رنجہ ملی ہے تو چہرہ میں ہنسی فدا
 ہے۔ مصر کی خبر انہوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ خد سے ہمارے خریدنے سے
 وہ تاج بیچ گیا ہو۔

ہم نے سے آئی دی۔ مختصر مصر فرہانی کے مات میں بہت ہی مصروف
 رہتا تھا۔ بہت ہیں کہ اس سے ریت کے ذروں کی مانند تاج جمع کیا ہے۔ فرعون کا

س شخص پر بھروسہ کرنا سنا ہے۔ وہ اپنے کاموں میں دیر کی مریات دیر سے
رہا ہے اور وہ اس کا بچہ بہت خیر رہتا ہے۔

بچہ، تین دنوں میں بھاریوں نے ان تینوں سے ان کی بڑی بھاری بندھی۔
صبح ۷:۰۰ بجے کے بعد جسے راجدھانی کے شہر میں اٹھنے سے پہلے چورف کا
سیب پرانے دن پر مدد تھی۔ یہاں تک کہ پھانک میں اصل ہونے پر رستے
میں آئے۔ وہ دیکھتا ہے کہ وہ مددوں پر بھی ان کی ضرورت ہے۔ اس کے
ساتھ ساتھ 40۰۰ برس کے غلاموں سے چھوٹے کو بھی دیکھتے جاتے تھے۔ چورف
سے ملنے کا خوف ان پر بھاری تھا کہ انہیں اس جھلی سے وقت نہ دیا جائے۔ جب
انہوں نے غلام بننا شروع کیا تھا۔ یہ دفعہ تو ایک نام نہان پر برس پڑا۔ ان کو
گھورتے ہوئے۔ عیہ ملی بھاریوں نے بھی انہیں اپنے آفتاب دیا۔

تو مصرتے جھوٹے کے میوں میں روبروست جھڑکے ہوئے۔ ہر کوئی
بہرے ہوئے رہتا تھا۔ وہ اس طرح کی رستہ نشی کرتے رہتے جھڑکتے
مانج کے سب گودام سے پاس جاتے۔

یہودیوں نے ان کی منت کی جھڑکتے کے پتے جتے ہیں۔ ان کا مظاہرہ
رہنے کی دشت کریں۔ گلی کی بجائے وہ ان کی نیلی مٹی میں ہوں۔ وہ ان کے
جوہر میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے یہی نظم میں بھاریا تھا کہ یہاں سب نام
نیلی مٹی میں بندہ دوسرے مملکت سے بھی بہت سے لوگ آتے ہوئے ہیں۔ مین
روہان۔ یہ شخص تھا جس نے کسی نہ کسی طرح کام میں ہونا چاہا تھا۔ یہ وہ اس
کے ہاتھ تھا۔ گھبراہٹ ہوئی۔ یہ انہیں فوجوں بہت کم دیکھے میں آتا ہے۔ اس کے
چھپے اعلیٰ افسران کی قیادت میں اس کے پاس میں دو جو شخص غائب اس کا ترجمان
تھا۔ اس کم ہونے کے ساتھ مل رہا تھا۔ یہ وہی وہی خوش ہو جاتا تھا۔

تو یہی یہودیوں کی قیادت میں اس عظیم شخصیت نے ملنے کو برہے۔ گلی کی

مجھے وہ ٹھہر گئے۔ یوں کہ پہلے تو وہ انہیں بہت بھاری دنگاموں سے دیکھنے لگا میں حمدی
 و غضبناک ہو گیا۔ وہ ان پر سنگین جرم صادر رہا تھا۔ کس کی باتوں و چالوں سے
 کی معصرت کی ضد و انت میں رہی تھی۔ سب پر وہ منحہ ہو یا تھا کہ ان پر حاسوں کا روم
 لگایا چاہا ہے۔ سب بھڑا اس کے سامنے ٹھنوں کے بل رہ گئے۔ خوف زدہ
 لگا ہوں سے کس کی عقلیں اس میں سننے لگے۔ تم ہمارے ملک کی حاسوں سے ہے

۱۔ میں سے ہے ۲۔ ہو

وہ شخص جو حضرت یوسفؑ کی باتوں کا ترجمہ کر رہا تھا حیرت تھا کہ حاتم خود ان سے اس پرستِ عمرانی میں باتیں نہیں کرتا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ان کی رہائی دہانی سے بول رہا ہے۔ اس نے اپنے ساتھ وہی مہر جس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

جب گھبراہٹ ہوئی تو حضرت یوسف کو عرض کیا کہ "میرے بھائی! میں نے یہ سب خواب دیکھے ہیں۔" اور فرمایا کہ "میرے بھائی! میں نے یہ سب خواب دیکھے ہیں۔" اور فرمایا کہ "میرے بھائی! میں نے یہ سب خواب دیکھے ہیں۔"

دوسری طرف وہ بھونٹا نہیں نرم تھے پر شدید صدمہ کا شکار تھے۔
 بچوں کے زخمیں تو نہیں فوراً موت کے صاٹ مار چکا تھا۔ موت کے خوف
 سے وہ تھر تھرا رہنے لگے۔ یہ وہ نے سب طرف سے حد کی سے جو دیتے
 ہوئے ہاتھ ایسا ہی ہوئی نہیں بلکہ کھنٹ سے ناچ کر رہنے لگے ہیں۔

میں حضرت یوسف اصرار کرتے رہے۔ نہیں تم جاسوسی ہو رہا۔ پتہ لگانے کا یہ کہہ کر مارے ملک کی عزت کی کیا سیاق ہے۔

سہ جہت کا مقصد ہے کہ خوف کی س کیفیت میں جبکہ موت کے شعلے میں تھے نہیں چاہتے حضرت یوسف یہ کہنے لگے یہ 25 برس پہلے میں نے بھی نہ پرہیز نہیں کر مگنا تھا کہ وہ باپ کی طرف سے نہ جاننا ہوئے تھے۔

یہ وہ نے ایک بار پھر متاثر ہوئے ہیں میرے قہر میں ہیں ہیں۔ ہم یہ نہ ماننا ہیں۔ ہم سب بھائی ہیں۔ یقین کیجئے ہم سب فلاح پٹے کی ہیں۔

ہم یہ نہ ماننا ہیں۔ یہ خدا کا حضرت یوسف کے کانوں میں پھنکے ہوئے ہیں۔ کی طرح۔ آگے تو کیا نہیں نے جو چھوہنے بھائی یوسف کے ساتھ یہ تھا سب بھائی ہیں۔ یہ خدا کا تھا کہ ہوش میں تھے۔ یہ انہیں بھی زراے کے سے بھائی حضرت تھے۔ خدا کا تھا کہ یوسف نے ہماری نیت سے میں کہا میں اقم ہمارے ملک میں جاؤں گے۔

موت کے لئے پرہیز ہو کر نہ جاننا کہ ہم یہ وہ۔ یہ وہ ہمت بھائی نہ زمین پر نہ گا میرے قہر میں کل۔ وہ بھائی تھے کھان کے ایک ہائی کے بیٹے ایک بھائی مرچا سے اور سب سے چھوٹا ہمارے باپ کے پاس ہے۔

میں نے اس کی طرح اصرار کیا تھا۔ سب محسوس کیا تھا کہ خدا ہمیں ہمارے سب بھائی نہ دی۔ دے رہا ہے۔ چنے کا کون۔ یہ نہ تھا یہوندہ کام مصر کی۔ زکی راج بھی تک سہائی دے رہی تھی۔ میں ہمارے ہوں تم چاہتے ہو۔ ہمارے سب سے میں تمہاری باتوں کو اس طرح پرکھا جائے گا۔ جب تک تمہارے سب سے چھوٹا بھائی نہیں ہے گا تم یہاں سے نہیں چاہتے۔ تم میں سے ایک وہاں جا کر

سے سے۔ باقی س وقت تک نظر بند رہیں گے جب تک تہری باتیں س
 نامت نہ ہو جائیں۔

یوں لگتا تھا کہ س د سجاوہ کام پر کچھ ٹریکس مو۔ چنانچہ تیس دن تک میں
 رست میں تھا یہاں حق بات تو یہ ہے کہ بھاریوں سے یہ سلاو۔ کے ہفتہ ت
 یو ف کو ہت دھکھ سورا تھا۔

بہن کا تھیں کے ہنگامہ میں اٹھ ہو۔ س شامٹا مہوں ۱۰ میٹر مہاروں
 س ن س رہا میں فرق و فو ر بھاب یا۔ ال کے ق و جھل قدموں سے ظہر
 تھا کہ ن کے ہا میں پر یک ہر جہ ہے۔ نہیں یا معلوم تھا کہ وہ چہ بھاریوں سے
 لے مارا ان کی مہاقت ۱۰ ر ن کے ساتھ سخت رہا ہے نے نہیں ٹاٹا ر د ہے۔
 ہفتہ ت یو س ف نے محسوس کیا تھا کہ جہ ان میں بھاریوں ہر ہر رست پر نے پتہ
 سنتوں رہا ہے تاکہ وہ نہیں یک بڑی قوم بنا سکے۔

ساتھ اپنے چھو۔ بیوں کے ساتھ بچوں کے مرے میں تھی۔ جب ہفتہ ت
 یو ف نے س د اپنے تھے بھائی کو بڑہ دیتا ہر س کے ساتھ بیٹے دیھا تو لے
 ختیا نہ سکر دی۔ وہ بڑی بخید گئے تو لے خدا رے تہر ہمیشہ اپنے بھائی س د
 طر س محبت رتے رہو۔

ساتھ نے اس سے نہیں نہا۔ ۱۰ چاتی تھی کہ س وقت س کا خادمہ اپنے
 بھاریوں کے ہرے میں سوئی رہا تے۔ جب مسرت یو ف نے ماکہ چھ دیہے
 ہر چہ س و ہر تو وہ مجھ گئی کہ وہ تہن د ص و رت محسوس رتے ہیں۔ اپنے خادمہ کی
 قربت کے ہر مجھے س کے زردیہ کتے بیش قیمت تھے۔ مسرت یو ف نے س د
 پی گوڈیں مٹھا یا ور س کا تھ اپنے ہاتھوں میں لے اپنے بھاریوں سے مہاقت
 فا ذر چھ دیا۔

ساتھ نے س ف می رے سرتا ج آپ و ۲ سے س ن لے سطر تھے وہ نہ

اور ہمیشہ یہی دہرائے رہتے تھے کہ جہد نہیں۔

ہاں میں تمہیں بتائیں سنا کہ اس وقت میرے یہاں بیٹ تھی۔ وہ جس کے
یہ رشتے بھی تھے مضبوط موتے ہیں۔ ہم مے مے تھے جبکہ دوسرے کی مٹھوں
میں مٹھیں ڈال رہے تھے۔ پھر بھی ایک دوسرے سے ملنے والے تھے
اور درمیان گناہ کی دیوار حال تھی۔ ان کے بھلے کی خاطر مجھے پند ہوتا رہا
پتا۔ انہیں فوراً بتا دیا کہ میں چوسف ہی ہوں، انہیں ہر مقدمہ میں ناچنے والے
دیتا تو وہ محض خوراک کی منہ سے مجھ سے محبت کر رہے تھے۔ انہوں نے دوسروں
پر پہنے گئے۔

حق تو یہ ہے کہ میں سچ بھی اپنے بھائیوں کو کی طرح ڈھونڈ رہا ہوں جیسے علم
میں تھی، یہ تھا۔ لیکن مجھے ان کا اس چاہیے۔ ان کی محبت چاہیے۔
نہوں نے بڑے خلوص سے اپنی بیوی کی طرف دیکھے ہوئے بات چائی رکھی۔
بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ خطوں کے وہاں میں ایک دوسرے سے۔ مجھے نہ
تو تنہا رہنے ہے کہ خدا سے ملے کل جاں ورنہ ہی پیچھے رہنا ہے۔ مجھے گواہ
اس کے قدموں نے قدموں سے ہیں۔ بھی بہت پیچھے ہوتا ہے۔ خدا کو بھی اس کا دل
ورنہ کی محبت مطلوب ہے۔

ساتھ وہ اپنے توجہ سے رہا تھا۔ وہ ہمدردی سے ہونے والی کے ہاں اس
وقت تو آپ نے ان کا نظر بند ہوانی بہت ذہین کا باعث ہوگا۔ ہمارے آگے ان
کے بارے میں آپ کا رونا دھونا ہے؟

تین دن تک تو میں ان کو کسی عیالین حالت میں رست میں رکھوں گا۔ اس
اور میں اس میدان کے ساتھ دھارنوں کا کہ خدا ان کے دلوں سے ہم ٹا
موتے ہیں شمعوں کو ان نظروں کے ہمارے بیوں سے جکڑ رہا ہوں ڈالوں گا۔
میدان ہے کہ یہ دیکھ رہیں اس مہماں دن کی یاد دہانی کی سبب ہوں نے

مجھے رندھریج دیتا تھا۔ ہاتھی بھاریں دھکیں اپنے وقار اور گھر سے یہ مان دے
 گھر رو نہ رہا۔ مجھے امید ہے کہ جلد ہی وہ اپنے بھائی نہیں رہے رہت
 میں گے۔

ساتھ نے مسٹر رن کے چہرے پر غرائز اخذ کرے کہ یہ وقت بھی جلد
 نہ رہے۔ مجھے تو آپ کے بوزھے باپ کا خیال رہا ہے۔ ایک بار پھر میں
 یہ بیٹوں جلد ہی کا صدمہ رشتہ رہا ہے گا۔

نوائے باب

حاضرہ صرفی در شاہ گاہ پ

حضرت یہاں ہوتے توں پنی رہائش گاہ میں ہی ٹہری تھی۔ نئی بیوی آتا تھا اپنے مدین سے جسے میں دیکھو مجلس ہی ہوں تھی۔ ایک ایک نے ہی سے چاہے یہ ضامن یہ تھا بین بیوی بچوں کے غیریوں ملتا تھا جیسے وہ زرنے کی میں تھے۔ نہ دھڑلے سے گئے سرف چاہی نئے ہوئے تھے۔ بھی یہاں رہتے تھے غیریوں نہ رہتا تھا۔ چاہے تھیں تھی۔ یہاں کا تہہ تھا۔ حضرت یوسف نے اس حد کوہ کی مصروفیات سے پر رہا پانی میں نہ کاہ کی کام میں لگی نہ گاہ۔ وہاں بچپن سے اپنے بنگلے میں لگے گئے۔ نہ لے پورے بیج قالین میں بٹھنے چاہے رہے تھے۔ چوہوں کی بینی بھینی خوشبو نے نہ لے لٹکوں و معطر زایا۔ پورے گھر میں برے ترینے لکھتے تھے۔ یہ موسیقار بہت سی ملی تھیں سحر رہا تھا بین وہ بھی نہ پلے اثر ثابت ہو رہی تھی۔ آخر کار رہا نہ نہ کا قتل غلام نہ ہو کر کھانا لکھتے تھے نہ لے رہے سے زرنہ نموں نے ہاتھ کے اشارے سے سے روکا، روم ڈر ٹھہر، میرے بیوی بچوں کی ہونی جو یہاں نہ نہ رہے ہیں؟

رہا کی نکاح میں اپنے مالک کی نکاحوں سے مرہیں۔ نہیں میرے قافلہ نے چاہا تو وہ جلد ہی گئی۔ مات موت میں گئے۔ ہارے مدازم پنی رکن اس وہاں رہا بچوں کی وہاں کی طرح محسوس رہا ہے تھے۔ حکم کھانا گھر نائٹ میں سے تھا جہاں گھسے ہوئے دو محبت بنی تھی۔

رہا۔ دیکھتے دیکھتے میں جو۔ دیر میرے قافلہ ہوتا ہے ہمارے ماندہ وقت نے یکے ہی چاہیں۔ مہو وہ گھر نے زیادہ عرصہ پہ نہیں رہ سکیں۔

جب حضرت یوسف نے پر یہ پٹ کر لے کی عرف تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے

جانے گئے تو اسے ہاتھ کا دھواں شمعوں کی طرف بہ نکلا۔ وہ بھی تلک اس
مرکاری تید خد نے میں ندھاپہ تھا بہاں نہیں نے خود کسی قیمت تک اس
زمرے تھے۔ وہ سوچنے لگے کہ شمعوں پر یہ بیت رہی ہوگی۔ وہ خد کی ہمہ رس رہا
ہوگا کہ نہیں؟ یا اس وقت بہت پہنچی گئی ہے؟ پھر حضرت یوسف کا ذہن
اور اسے ہیروں کی طرف مڑ گیا جو کھن کے مئے سے پر رو نہ ہو چکے تھے۔ کیا وہ
نہیں؟ اسے روٹ نہ لیں گے؟ ان کا پاپا یہ اور بیت تاکہ اور سے زور
موگا۔ کاش وہ سے جہد مل سکیں!

پہلی خوب گاہ میں حضرت یوسف اس میں تے جھب گئے کہ ان کا تھا
میں سے جاگنا۔ اسے میرے باپ داد کے خد میں سے بھیروں کی وہی کا دن
جہد۔ میرا نہیں بیٹے آپ ماہ۔ میرے باپ وہ فٹس حد رکھ کر کہ وہ سے ن
کے ہاتھ سے ن چار تے دے۔ اسے قدر مطلق خد، میرے باپ کو قی
زندگی عیت رکھو، اپنی مخلص سے بچنے کہ جو وہ تو نے اپنی محنت میں اس کے
ہاتھ سے تھے میں تو نے مال وہ دن سے پر یا ہے۔

حضرت یوسف کا فی دیر تک دعا میں بھٹے رہے۔ نہیں خد ن حسوری میں بڑی
تھی اور جو صدقہ۔ سرکار وہ گئے اور خد کے میں جا ہڑے ہوئے۔ نورے کی
خوش گوار، جسم اوپر ن پیچتی ہو پ کے تر، زائل رہنے پر سرست تھی۔ حضرت
یوسف کے دس میں خوش ہنس بھری کہ کاش وہ بھی یہ نورہ ہوتے یک یہ طرف
اس میں نے خد کا روح اور اس تک پہنچی پتا، خد صلو پر مصریوں تک اس کے
بھیروں تک تاکہ وہ ان میں برکت کا عت ہو!

یہ واقعی ہے پٹھانوں میں وہ محاف رستے ہیں؟ بھی تک اس ن خدوں میں وہ
منہ کا ہو تھا جب بھیروں نے میں مدد میں کے ہاتھوں سے رقم وصول کی
نھی۔ صرف 20 روپے حضرت یوسف کی سبکدوشی کے لیے۔ نہیں وہ دس پانچ

جب نبیوں نے سب کے ہاتھ شمعوں کی مشعلیں لی تھیں۔ ان کے بھی یوں نے
 امت پانچ تھے، وہ تھے: میں بہن شروع کیا تھا، ہم نے جو کچھ اپنے ہاتھوں کے
 ساتھ یا تھا اس کا تیسرا بھائی رہے ہیں۔ جب وہ رحم نہ بھیجا، لگ رہا تھا تو غنی
 سخت اہمیت میں تھا۔ پھر بھی ہم نے اس کی پستی
 روہن ن پر برس پڑا، میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ سے کی اہمیت کا نقصان نہ
 پہنچا تاہم مہمیری کہاں سنتے تھے۔ اور اب ہمیں اس کی موت کی قیمت دینی پڑی
 رہی ہے۔

جو کچھ حضرت یوسف نے دیکھا اس پر ہاتھ نہ پڑا۔ یہ نہیں پہنچا تھا کہ
 ال رفتہ رو دیا کہ اسے اختیار کی گئیں میں سوچتا تھا۔ اس سے وہ نہیں
 چھوڑا، اس کی جگہ دوسرے میں چھپ گئے۔ اسے پہلے جو شہادت پہنچا اس کی
 یاد سے حضرت یوسف کی طرح پھوٹ پھوٹ کر کہنا پورا جو دھاپے لگا۔
 میں یہ منہ خوشی کے منہ بھی تھے یہ منہ ایک بہت بڑی خوشی کی جگہ
 بھی یوں کے دونوں میں گرا رہا ہے۔

حضرت یوسف کا اس پہنچا بھی یوں ہی میں لگا تھا۔ اس سے حکم آیا تھا کہ
 کے بارے میں سے بھرا ہے جا میں اور رقم نہ پوروں کی میں وہاں رکھ دی
 ہے۔ انہیں دے دیتے بھی مانج رہا تھا۔

ہوئے نرم جھونکوں سے بھورے درخت دوسرے رہے تھے۔ حضرت یوسف نے
 اس درخت سے ٹھٹھے بٹھے بٹھے گئے اس کے زبون رہے تھے۔ میں دراصل اس
 درخت میں نہیں گیا اور گورانی دے دی تھی پیوں کی یہ تہہ بہت دور
 سمجھوں کے، پھر اس کے زبون قریب آتے آتے خاصی بلند ہونے چاہی تھی۔ تو
 کیا اس کا مقصد ہے؟

حضرت یوسف کا مانا درست تھا۔ اس کے یوں پہنچے گھر وٹ گئے تھے۔



ہے۔ کس عہدے کی مدد سے بہت سے معززین آپ سے حسد رنے لگے۔ ہاکوس
 بات نہ توٹتی ہے کہ آپ نے اس عرصے میں جو مصر کی رنک میں کس قدر رنگ بیا
 ہے کہ بہت سے لوگ تو باطل بھوٹ چکے ہیں کہ آپ عبرانی ہیں۔ میر فرعون آپ
 یہ پورا عتقاد رکھتا ہے۔ اس کے بدعنوان افسروں میں صرف آپ ہی تو ذوالا۔۔۔ مخلصی
 ہیں۔ انہوں نے مصر کو تباہی سے بچانے کا سامان کیا ہے۔

ساتھ ہی حیرت انگیز نہ رہی جب اس نے اپنے عہدے سے متعلق اپنے
 شوہر کے ظہریات میں نہ زبانی نہ۔ حضرت یوسف کی مہر میں ٹھہر رہا تھا۔ وہ
 رہا تھا، مجھے یقین ہے کہ خدا۔۔۔ یہ علی منصب نہ فدا کی جی توٹتی ہیں عطا
 نہیں کیا۔ پھر کچھ دیر رک رہا انہوں نے نہ تھکے چہرے کو پڑھنے کی مشق کی کہ
 یہ وہ بات ہے مجھ پر واضح ہے۔ یہ بات چارہ کی تھی۔ جس سے یہ خدا نے
 یہ بات مجھ پر واضح ہے۔ وہ یہ کہ کس سے مجھے اپنے گھر نے سے پہلے یہاں مصر
 میں کس نے بھیج دیا کہ میں نہیں قیلا سے چلی آئوں۔ خدا انصاف پر ایمان ہے اسے
 یہ قوم بنانے والے ہے۔ یوں تنہا یہ قیلا میں کھر رہا میری محالفت میں یہاں
 ترقی رکھیں گے۔

ناتھ نے بڑے خلوص سے اپنے دل کی باتیں میری حالت میں کلام
 میں آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کا خدا میرا خدا ہے۔ آپ کے دل میرے دل ہیں۔
 مجھے نہ پریشان ہے۔

میں۔ حضرت یوسف اس کے اپنے چارہ خدا کی مصوری کا حساس ہو۔
 نہ تھکے ہی سے محسوس کیا۔ دونوں چھو دیر تک باطل خاموش رہے۔ پھر حضرت
 یوسف نے سکوت ہو کر۔ اس سے یوں فرق نہیں پڑتا کہ ان کے عہدے پر فائز
 ہے۔ اصل و ضرورتی بات خدا کے ساتھ ساتھ پلن ور کافر ماجور رہتا ہے۔
 جوٹتی نہ کوٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ سب میں سے متعصب کے طویل سانسید میں

زمرے تو اس وقت بھی مجھے بہ خوش میسر تھے۔

جب حضرت یوسف نے اپنے گھر سے نکلے تو مصر منتقل ہوا۔ وہاں اس کا بیٹا
 پیدا ہوا تھا۔ خدائے باریک نظر نے پورے مری کے منصوبے کی تکمیل پر اسے ذرا
 جی شک تھا۔ مین بھی بھی نہیں حدت گھیر پڑے تھے۔ نہیں میٹھ یہ فکر اس نے
 گیر رقی تھی کہ اس کا پاپ بڑھتا ہے۔ اس وہ ن سے صداقت سے پہلے کی سوچ نہ
 جو نہیں۔ ہمارے گھر سے کا روید تو حضرت یعقوب پر ہی تھا۔ اس وقت
 اس پر ہمارے گھر نے کا شوق تھا۔ اس کے منہ سے بڑے ہی ن کے لئے یقیناً
 وارثت اپنے گھر سے لیں گے۔ اس طرح خدا کی تو بہ بھی تشکیل نہیں ہو سکتا۔
 گی۔

لشکر مرعہ ہوتا۔ یہ مین ہوں کی ہوں ہوں۔ حضرت یوسف کی بڑھتی
 بڑھتی جاتی تھی۔ فطرتاً وہ اس کے محضوں و جسموں چکا تھا۔ اس نے انہوں سے اپنے
 گھر میں اٹھائی نہیں اس کے بھائی و قید خانے میں رہا۔ یہ ہے۔ جب حضرت
 یوسف کو دیکھا تھا ہے، ہاتھ سے بھی اس کے گلے ملنے کی امید چھوٹے کی کوئی تو پھر
 یہ اقدار ہیں۔ خدا کی ہمت میں اس کے پاس کی طرح گما گئی تھی۔ لوگوں کا نجوم اللہ
 پیدا ہو تھا۔ اس نے اپنے والد کی جانب سے اپنے گھر کا دعویٰ کر لیا۔ حضرت
 یوسف بھی وہاں پہنچا۔ وہاں رہے تھے کہ نہیں یوں محسوس ہو جیسے مذکور میں ایک
 امر خالص تھا۔ اس نے ہر شے کو موقوف ہو گیا۔ جو انہوں نے نظریں
 نہ لیں یہ دیکھتے ہیں کہ فطرتاً وہ اس کے محافظان کی طرف سے چھوٹے رہے
 ہیں۔ اس غیر متعلقان کے پیچھے پیچھے تھے۔ حضرت یوسف کا دل وہاں سے رہا۔ یہ
 تو ان کے بھائی تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کا بچھو بھائی ہمیں بھی اس کے
 ہاتھ تھا۔

حضرت یوسف نے اپنی مسطوتوں و دن سے کام لیتے ہوئے اپنی خوشیوں

نی میں دبا دیا اور رز سے کاروباروں میں رکھ کر کوئی کام نہ کیا۔
 پھر سب نے قدرے مندھ کر زمین کھا لی۔ آج وہ پہلا تھا میرے ساتھ
 کھائیں گے۔ ضیافت کا انتظام بھی کر دینا۔

فطیاردں مجھ میں کچھ نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے گائے نانیوں میں حیانت کا
 ہتھام پکڑا۔

اگر ہڈیاں ہاشدید وچکا گا۔ یہ وہ وہ فورہ پانی دانی اس نے ہڈی
 رائس بھڑا رہا، خدا حافظ بابا، ہم بھی بھی گھر میں ڈٹ پائیں گے۔ پھر وہ ان
 کی طرف مڑا۔ تھیں ہم پر اس رقم کی چوری کا زور لگا دیا ہے گا۔ ۲۰۰ روپے
 میں وہاں کی تھی۔

وہی دن تھا۔ ان طرح کانپ رہی تھی میری، اتنا بڑھا ہوا چاکلہ ہم پر
 حملہ کر رہے تھے۔ اندھے پھینکے گئے۔ ہمیں نام نہیں گئے۔

نہیں۔ حجاج رتے ہوئے کہا مجھے تو کسمصر میں مقصود میں محبت
 جھلک نظر آتی تھی۔ یہ اس نے تمہیں نہیں تھا، کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے؟

سب بھائی تھیں، اس کے بھوتوں پر جھڑنے لگے۔ یہ نہیں جھڑا چاہے کہ
 وہ یہاں اپنے پاپ کے محفوظ جگہ میں نہیں بیٹھا، بدنام دنیا کے شیشے میں ہے۔

بہا حضرت یوسف رانٹ گاو کے چائے پر پہنچ چکے تھے۔ رو رہے تھے ہی
 نہیں نے مڑا لگا یا کہ وہ رحم دل آدمی ہے۔ اندھوں نے اسے فورہ تھپان دیا
 کہ سب نے وہ پیٹ نہیں چیرا۔ سب مل گئے۔

یہ وہ دیکھے جانے، ہم وہ ماری رقم وہاں سے لے لیں۔ چھ ورہ رقم
 بھی ساتھ لے لیں تاکہ وہ راجہ کر سکیں۔

میں یہ وہ کی پیٹھ تھپاتے ہوئے آگے، ان فحش روئے، روئیں تمہارے
 خدا نے تمہارے باپ کے خدا سے صبر و بردباری تمہارے ورہ میں ڈو دی ہوگی۔

تمہارے مائے کی قیمت مل گئی تھی۔

نہیں۔ خوشی سے رہتے ہوئے کہا، میں نے تمہیں کہا نہیں تھا؟ پھر یہ
کیوں تنہا بیٹھ رہا ہے؟

عمدنی مہاروں کی خبر مر رہی تھی، نا مہاروں تھے کہ ان کا قیام نہ
وہیں بیٹھنے کی ضرورت تھی۔ وہ وہاں کے رہا رہے۔ وہاں کے رہا رہے جو اپنے
مدھوں پر رہ رہ رہے ہیں؟ نہیں پتہ ہے کہ انہوں نے کیسے پائی کیا کیا۔ رہ رہ رہے
نکمری میں مدھوں کو چارو دیا۔

کس نے فوراً چارو مہاروں کی طرف سے ساتھ دیا؟ جس نے چھپا کر نہیں دیا
نہیں ہے، یہاں تک کہ وہاں کے رہا رہے۔ وہاں کے رہا رہے۔

جب بھاریوں نے بتایا کہ وہاں کے رہا رہے۔ وہاں کے رہا رہے۔ وہاں کے رہا رہے۔
نہوں نے جلدی جلدی کی بیٹھ تھی۔ نہ لے نہ لے نہ لے۔

ساتھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سے پہلے وہاں کے چھوٹے بھائی نہیں رہے
پہلے۔ میں ذرا ہی دقت نہ ہوں۔ کس خیال سے کہ مج ضرورت پڑے۔ پہلے
بھاریوں پر جی اسیت طہا رہا ہے۔ کس نے ماتہ ہوا یہ کہ وہ بچوں کو بھی
تیار کر دے۔ بیٹا یوں چاہیں گے کہ اپنے بیٹوں کو بھی اپنے بھائیوں سے
دیکھیں۔

ساتھ رہا رہے۔ ساتھ شمعوں کو، یہ رہا رہا رہا۔ فوطیہ مارنے سے دل سے رہا
دیکھ۔

رہا رہا رہا کی سمت بندھانی۔ سے خوش ہو جاوے۔ تمہارے بھائی بھی رہا رہا
ہے۔ حاکم بھی چننا محوں میں رہا رہا رہا۔ تمہیں سخت جھوٹ لگ رہی ہوگی۔
نوب سیر ہو رہا نہ کہا۔ جب وہ نہیں چھوڑ رہا نہ لگا تو اس سے شمعوں کو
بڑبڑاتے سا گھنپ درندہ امہ دئے میں نم نے تھی۔ یہاں گانہ ہو رہا ہوئی کہ





نان کو سوتا تو رات یہ بھی رانیس رہے جھانکنے کی کوشش کرنے لگے۔ س نے
 سب سے پہلے بھائی کے بارے سے شروع کیا اور اس طرح حاشی پتے پتے مقرر
 پہ سب سے چھوٹے بھائی تین کا پورا کھانا۔ اس بوروں سے تو چاند کی کاپی نہ
 کا۔ اب تو طرف سے غصیلی ہو گیا سنی، یہ نہیں ہو، وہ بے چاروں پر د
 وحی کی نرم گویا جا رہا تھا۔

تین نے سنی حاشی چاری رکھی۔ جب بہو، ایک بار پھر رات پہنچا دینت
 اور سوے کاپیٹن، اس کی کوشش رہا تھا تو عین اس وقت اس سے تین کے
 بارے سے پتہ چلا۔ ہر طرف گہری حاشی چھائی گئی۔ سب ایک اچھا سا لگا۔
 رات نے ہمالہ اوپر تھا سب سو رہے تھے سوئے تھے سے کہا پھر تو پتہ یہ ہے
 دینت، وہ اف میرے ساتھ یا یہ سب باجمہ حاکم سے چاہتا ہوں۔

تین کے چہرے پر مویاں زری تھیں۔ سے تین نہیں رہا تھا۔ دھام
 میں وہ بھی ایک بھائی کامرہ بھٹتا بھی اور لے گا۔ سب کے سب شہید صدمے کا
 شکار تھے۔ ن میں سے کوئی بھی سے آئی نہ دے گا۔ ہر ایک کے چہرے سے
 شست ٹپک رہی تھی۔ تاہم سے ایک بات کا یقین تھا۔ وہ یہ کہ اس کے بھائی نے
 اس کے حال پر نہیں چھوڑیں گے۔ سب نے صدمے سے نہ حال ہو رہے پڑے
 پھاڑا ہے۔ بھائی نے چننا یہ کہ وہ یہیں مسر میں قہقہہ ایک لکھا، جس میں
 پھنسے ہیں۔ اثر یہ سب ن کے ہاتھ یہ ہو رہا تھا؟ تاہم ن پر حقارت سمیز
 وہ نہ لے س رہے تھے چار انہم عمرانی اغیہ علی بھکاری انہیں میل میں ڈال دے۔
 بھائی کے چہرے شرمندگی سے مہر رہے تھے۔

یہود نے انتہائی پتے ہوئے ہوا، جلدی روئے دھو پوسا، دوا ہم سب
 وہی جا میں گئے۔

حضرت یوسف، رات تھا۔ نہیں جسے میں دخل سوتے، لیکن وہ بھائی

تکست خوردہ دکھائی دے رہے تھے۔ میں آنا تھا۔ بڑے مسرور تھے میں سرگوشی
 دے رہا تھا۔ یہ نہیں دیکھیں گے۔

بھائی مصرت یوسف سے ملنے میں رکتے پڑنے چلے گئے تھے۔ روم چاندی
 کا پیسہ لے کر لے گئے تھے۔

میں خاموش سے وہ سب اپنے بھائی کے سامنے بھاگ گئے۔ آنا تھا حیرت
 سے چہرہ نہایت بڑھ رہی تھی کہ یہ شخص حاجزی سے بھگتے ہوئے روم پر اس
 طرح تانتے تانتے سے راج ساتا ہے۔

نہ نہ یہ کیا ہے؟ یا تم چانتے نہیں تھے کہ مجھ جیسا ہفتیا شخص تمہیں سنانی
 سے ڈھونڈ جائے گا؟

پھر وہ اٹھ کر مصرت یوسف کے قدموں پر پرے۔ آنا تھا کہ بے
 حکم مصر کے روم پر رہی ہیں۔ اس سے وہ زور رکھنے لگا میرے قلم پ
 کے سامنے اس صحن عفوئی ٹیٹا رہتے ہیں؟ ہم یہ خواہو بہ ما ثابت رہتے
 ہیں؟ خدا ہے ہمارا گناہ کا رہا ہے۔ اس سفر دی میں نے اس کے پورے میں
 نے پیالہ بڑھاد ہو بہ ہم سب آپ کے غلام ہیں۔

مصرت یوسف رحمت ہو رہیں ہوئے نہیں یہ امر میں ہوگا۔ اس سفر دی
 شخص اس کے پاس سے پیالہ لگا ہے میرا غلام رہا ہے۔ بقیہ تم سب اپنے
 باپ کے پاس جا سکتے ہو۔

بہاؤ میں میں میں میں نے اس وقت پیدا ہوئی تھی۔ وہ حسب اس امر ہے
 حق اچھلے چل رہا ہے اس کے بارے میں نہ ہوں آپ میرے سے ہوا شادی
 کی مانند ہیں۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر مصرت یوسف کی طرف گئے بڑھاد دیے۔
 حکم علی نے اپنے اس طرح بھٹایا جیسے اس کی ہر بات غور سے کر رہا ہو۔

اصل کرنے پر نہ نہایت دلچسپی نہ لے سکتا تھا۔ اس میں
بازیاری تک پہنچنے کی یہ طاقت نہ تھی۔ اس کی نگاہوں میں
سوائے چمے، رپے تھے۔ پچھلے پچھلے۔ گئے نہیں، فوراً ایک
ہاتھ پر رکھ کر۔ سانسوں کی فوج تھی۔ اس کے چہرے پر
جیسے سے روک ہوئی تھی۔

بہار کا نکتی ہوئی، رب حضرت چوہدری گل قریب سے سانی، رے ری
 تھی۔ ماں جا آپ نے ہم سے پوچھا تھا کہ ہمارے باپ یا کون در بھائی ہے یا
 نہیں۔ ہم نے آپ کو سچی سچی جواب دیا تھا کہ، یہاں رخصت ہوا ہے، سب سے
 چھوٹا بھائی تھی سے جو خد سے ہمارے باپ کو بڑھاپے میں عطا کیا تھا۔ اس شے کا
 بھائی مر چکا ہے۔ چنانچہ یہ سچی ماں ۱۹۱۱ میں سے وہ حد ہے جو تاجا صاحب مدد ہے۔
 دہاک سے وہ ہر نہ محبت کرتے ہیں۔

بہاؤ سے رہا۔ یہ درود روزِ آقا روتے ہوئے پہنچا گا میرے ساتھ۔
 آپ نے ہمیں حم دیا تھا کہ اپنے چہائے بھلی کو یہاں سے رٹیں تاکہ آپ سے
 بیچھریں۔ درہم سے جو ب دیا تھا کہ رتے سے تو یہ کار ب آپ کی
 رشت سے باہر ہوگا۔ پھر آپ نے کہا تھا کہ جب تک تمہارے چہائے بھلی نہیں سے
 گی۔ میرے حضور نہ نہیں ہوتے۔

تو اہم رسکے سینے سے ایک دردناک رشتی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو
 کے پاس پہنچے، آپ نے جو کچھ نہایت نہیں سمجھا۔ یہ خطبہ ہے پاپ ٹا بھی اسے رتھ کہ
 ہمیں یہ صاحب میس نا ج خریدنے میں مصر جانا چاہئے۔ ہمیں میں س بات پر قاس
 رہے ہیں۔ مت دن لگ گئے کہ، کی ہر کسی و سر فیک ہی صورت ہے وہ وہ وہ
 یہ کہ تمہارے بھٹانہ بنی تمہارے ہاتھ تھے۔

یہودیوں کا سنس میچو، یہ تھوڑے سے میں جنت نہیں تھیں کہ سینہ پاپ کا جواب

حضرت یوسف کو بتاے۔ س نے کن منھیوں سے دیکھا کہ حکم کا سر پہلے سے بھی
 رہا وہ جھک گیا ہے۔ ہند پانیتہ ہے س نے بیوں چوڑی تھی۔ جان چاہے وہ
 ہاں سے معلوم ہے یا جو کہ وہ؟ وہ جنے گئے قرباں ہو کہ میری بیوں رخصت سے
 صرف وہ بیٹے ہیں۔ وہ تھے ان میں سے یہ تو مجھے پہلے ہی چھوڑ رہا تھا
 ہے۔ سے جنگل درندوں نے پھونک دیا ہے۔ رقم ہمیں دہی میرے پاس سے
 لے گئے وہ رخصت ہوئے سے غلی کچھ ہائیہ میں صدے سے چل رہا ہوں گا۔

شدید ریلوں وجہ سے کمرے میں تہاڑی گھٹن ہو رہی تھی۔ مہر ف موت کیوں
 خاموشی ماری تھی۔ یہ وہی ہوں گا کہ مصر میں تہاڑی وقت حوتہ مہمان کا
 دل بھی بھر رہا تھا۔ تاہم صاحب خاں نے انہیں سب معمول میں میں لڑی تھیں۔
 کھنیر تھی ہوں تھیں، جیسے وہ مہمان کوٹ رہا۔

یہ وہ نے پٹی فریاد جاری رکھی۔ میرے حقاً میں س ٹرکے کے خیر اپنے
 باپ کے پاس نہ رہا تو نہیں جو نہ پتہ چھے گا۔ ہمیں وہے ساتھ نہیں
 ہے وہ وہ چھوڑ جائیں گے۔ نہ جاننا تو نہیں میں نہ تھی ہے۔ وہ یہ بات بہ
 بھی ہے کہ میں س کے مدے میں پی زندگی نہ ضمانت دے رہا ہوں۔

یہ وہ نے خود حضرت یوسف کے گئے منہ کے بل کر دیا ورنے کے پاؤں
 چھو تھے وہ نہ رہا۔ میرے حقاً میرے س کھنیر جہد مجھے ہنسا مہمان رہا
 بیٹے۔ جہ کے منظر سے بھیوں کے ساتھ وہاں جانے دیجئے۔ باپ کی یہ مدد
 مجھ سے پہنچی نہیں جائے گی۔

یہ وہ حضرت یوسف کے ہاں سے جھٹکا ہو چھو۔ پھوٹ مر رہا تھا۔ ہتھیوں
 کے باعث س کا پورا وجود مل رہا تھا۔

فیسرہ حاتم مصر کے ہاتھ میں تھا۔ سب بچا میں حضرت یوسف پر لڑی تھیں۔
 ترجمان کو پی ہتھیوں پہنچیں نہیں رہا تھا۔ حکم وقت کا چہرہ س کے ماتھوں میں

پہنچا تھا۔ نون گلیوں میں سے منسوبک ٹیب رزمیں پر رہ رہے تھے۔ سنے در
 سے پہلے ہاے سینے میں سے یہ رنجی نون رہ گئی۔ یہاں کے لقاہ نون روح
 میں اتر گئے تھے۔ وہ بھی میں کی گردی یہ پنی جان کی قیمت درنے کے سے ٹر
 نہ رہا تھا خدا قریف ہاے تہا یہ یوں درنگی میں پکی تھی

مصر تہ یوسف پنی جہ سے چھے وریک بار پھر پنے دل کو تختہ کرتے ہوے
 سپنہ مدد ہاے یہاں پنے سب ہاے چہ چاہیں چاہیوں کے ساتھ تہائی
 چاہتا ہوں

ہاں چا کر سب کس ہاں میں سے سر پر پاؤں رکھا نہ بھگے۔ چونکہ حضرت
 یوسف مصری زبان میں بات کر رہے تھے کس سے نون کے بھائیوں کو نون کی بات کی
 مجھ سے سن۔ میں یہ بات صحیح تھی کہ وہاں کے یوں بھانے اور حاکم مصر کے
 رونے نے میں بتائی خوفزدہ رک دیا تھا کہ یہ ہوا۔

حضرت یوسف نون زہا تہیوں نے نصا کے موت ہوتا ہوا۔ وہاں کے
 رمیون حڑے تھے۔ منھوں سے وہ فطاری منسوب بہر رہے تھے۔ نبوں نے ہاری
 ہاری یہ یک بھون ہاے کھتے ہوے عمر کی زبان میں ہاں میں یوسف ہوں۔

وہاں یک سخت یوں بیٹھے نئے جیسے نبوں نے کون جوت دیکھا ہوا۔ کچھ
 کانپ رہے تھے۔ ان کا سانس پڑا پڑا ہوا، نیچے نیچے رہا۔ نون بھنوں سے
 ترمہ کی کے پیسے کے قطرے پاؤں تک رہے تھے۔ صرف نیمین کی ہاں میں خوشی
 نے چنہ ری تھیں۔ وہ سپنہ بھائیوں کی پینائی پر ہر نہ تھا۔ یہ یوسف بھائی
 سے تہا دیکھ رہے ہیں؟

نہیں پے سوں رنے پنے حضرت یوسف۔ رٹی نے پچھا، یوہا بھی نک
 رتا ہوں؟

میں بھائی کس قدر تپے ہوے تھے کہ ان کے مہ سے بات نہ نہیں گل رہی

تھی۔ سنا پر کیا بیٹے کی؟

ناہم نے کسے ٹھکڑے، جہاں نے پائی محبت سے نہیں فریب مانے کہا۔ جب وہ
 بھٹکتے بھٹکتے نئی طرف برہے تو وہیں سے ایک ہار کپڑا بھاریوں کو بٹھیں دے دیا۔
 لیکن وہیں تمہارے ہی بھائی یوسف کو جس نے مدینوں کے ساتھ بیچ ڈالا تھا
 تم پریشان نہ ہونا۔ خدا نے تمہارے لیے عمل کو اپنے فضل سے ہمارے گھر نے
 پچھلے دنوں سے یہاں سے لیا ہے۔ یہ تو کچھ کا صرف اور سارے ہے۔ جی پورے پانی
 مال پرے ہیں۔ ان میں نہ کاشت ہوگی نہ نان۔ خدا نے بڑے حیرت کن طریقے
 سے تمہارے سے پہلے مجھے یہاں بھیجا ہے تاکہ تم اور تمہاری بہن بھائیوں کو
 جابے۔ خدا ہی نے مجھے بادشاہ کا علی ترین منصب دے دیا ہے۔ ہمارے ملک کا
 اختیار میرے ماتھے میں ہے۔

نہ تھک کر وہ مجھے بھی ہمیں بھول سکتا تھا جب حضرت یوسف نے اسے اختیار مقرر
 نہیں کیا۔ گے سے لگایا۔ دونوں بھائیوں سے ایک اور سے پورے طرح سے جڑ
 رکھا تھا۔ وہ کافی دیر تک رہتے رہتے۔ کچھ حضرت یوسف نے باری باری بک
 جہاں ہو گئے لگایا۔ سونے جی جہاں نے نہیں رہیں سے جڑ تھا۔ سونے فریاد کا
 مدد دیا تھا۔ انہیں تاریک مڑھے میں پھینک دیا تھا۔

آخر میں حضرت یوسف نے ساتھ اور اپنے بیٹوں و اپنے بھائیوں سے کہا۔
 بس میں ورنہ ہم بڑے بڑے بچے تائیوں سے تے تو گویا ان مردوں کے دکھ
 کا علاج ہو گیا۔

فرعون و اس کے فرس کو یہ سب مرہبت فوق ہوں کہ وہ ہر قسم کے بھائی
 میں سے ہیں۔ سوں نے سونے پچھلے بچوں سمیت مصر میں رہنے کا
 ارادہ کیا۔ دعوت نامہ بھیجا۔ انہیں اپنے ساتھ چھپے چھوڑنے کی ریزہ انفرنگی یہ نہ وہ
 بادشاہوں دعوت پر مصر آ رہے تھے۔



عانی، رے رنی نہیں، ہا جی، مائے ڈھیر مارنا چاہیے
 حضرت یعقوب نے کچھ کا سرس پیا۔ حد و انداز تعریف میں نے سنا
 مہارک کیا ہے۔

نہیں۔ دور سے ہی ہاتھ ہلاتے ہوئے پھر ہوا، ہم آپ کے لیے ایک
 بڑی خوشخبری لائے ہیں۔

اس کے بھائیوں کی پوری ہاشش تھی کہ وہ خاموش رہے۔ وہ انہیں مانگ
 رہے تھے کہ خدا کے انہیں اپنا قصور مارے قہیے سے سامنے نہ آنا پڑے۔
 خوشی ہو گئی پہچے سر، خداتوں کے منتوں کے ساتھ پھر رہا تھا۔

حضرت یعقوب نے انہیں کو پیسے سے لگا دیا۔ بھی وہ تکرار کر رہے تھے
 یہ ہے، تھے کہ انہیں یہ جسم کی دیو رفیع رہا ہے۔ سچی زندگی ہے۔ وہ حکم
 مصر دھنا

حضرت یعقوب نے اپنے بیویوں پر حق تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ
 اپنے باپ سے مذاق کرتے ہو

نہیں۔ اپنے بوزو بوڑھے باپ کے ردحاصل کرتے ہوئے کہا، ہوا یہ سچ
 ہے دیکھو یہ جو کاریں ہیں مایہ خاص طور پر ہیں جو آپ کو ورہا
 اللہ نے مصر نے اپنے بھائی ہیں۔ ورنہ یہ مدد ہے، مانج ہوا دیکھو۔ یہ
 ہے بھی آپ کو تین تین کی طرف بھلی آپ سے مٹنے کے سے تڑپ رہا ہے۔
 اس نے میں ہا کہ جلدی ہے چاہے آپ اس کے پاس سے نہیں۔

حضرت یعقوب نے کاریوں، کارنی ہونوں ورمی فصول کو یوں تھکے گئے گویا
 خوب، پھر آپ ہوں۔ اور پھر جیسے وہ ایک جھٹکے سے پیدا ہو گئے۔ زندگی کی ایک ہر
 اس کے پورے وجود میں دوڑی۔ انہوں نے اپنے اپنے میوں کی طرف دیکھا
 ان میں باپ کے کہہ میں مدد کی جرأت نہ تھی۔ حضرت یعقوب کی تیر، رنی

کاٹہ قابل برداشت تھی۔ نہیں نے مطالبہ کیا، میری طرف مصر میں کیے پہنچ؟
 یہاں کے بے گھر کے جو بے گھر سے فرما کر نکلتے تھے۔ جب انہوں نے
 دیکھا کہ ہر قبیلہ کے راکش ہو گیا ہے تو ان کے چینی اور بڑھڑکی۔ جب
 انہوں نے مجھ پر ۱۹۹۹ دنا کا کہانی سنا تو ان کے سینے میں نہیں رہا تھا کہ یہ بھی ہو
 سکتا ہے۔ بھائی حسد میں مدھے ہوئے غم بھی رستے ہیں۔ کچھ لوگ تو اس سے
 کے تھوڑی سے کانپ گئے۔

حضرت یعقوب غصے میں بھڑک گئے۔ تو تم لوگوں نے اتنے کاموں سے مجھے
 ہمارے میں رکھ رہا تھا؟ ہر تم میں اتنی ہمت کہاں سے آئی کہ یوسف کے نام کے
 وقت تم مجھے غی دیتے رہے اور مصر سے وہی پر خود کو بھانڈا رہتے رہے؟

اے میں نہیں اس قدر رش نہ رتا تو نہ چاہنے حضرت یعقوب اب تک
 یوں ہی رہتے رہتے۔ وہ یوسف بھائی نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا ہے۔
 آپ کے بیٹے کو معاف کر دیا ہے۔ اس نے آپ کی نہیں معاف کر لیا۔ خدا
 ہر گھر کے غم ضرور بکھردے گا۔ تو سب کچھ ظاہر ہو گیا ہے۔

حضرت یعقوب کے منہ سے بڑے بڑے میرے بڑے بڑے میرے بڑے بڑے میرے بڑے
 تمہیں معاف کرنا ہوں۔ اس ضعیف آدمی نے اپنے ہار و خوشی سے پھیلا دیا ہے اور
 اس قدر سے معاف ہو رہا ہے۔ پھر غم میرے بیٹے یوسف کی تک مدد ہے۔ مرنے
 سے پہلے میں ضرور چار سے ہوں گا۔

ہر گھر ناموشی سے چھوئے نہ مانتا تھا۔ اس جو سب ہار رہے تھے، قہقہے مند و
 رہے تھے، ہر گھوٹاں ہو رہی تھیں۔ بچے لے کر ان کے کام میں حالات کی نصیحتیں
 جاننے کیلئے بڑے باب کوے چار رہے تھے۔ حاکمان پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ
 یوسف رند ہے اور وہ ضرور حاکمان پر ہے۔ وہ یہ بھی کہ جلد ہی بے گھر سے
 چائیں گے اور سب یوسف کے پاس چلے جائیں گے جہاں سے ان کی عزت ہے۔

۱۔ دونوں میں مرے گا۔

حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کے قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت یعقوبؑ سے یہاں سے کے ٹھنڈی نہیں بھرتے جاتے تھے کہ ان کا سفر ۲ سالہ بیڑی کی طرف راستے سے رنج و مل میں حکم ایک نام کی حیثیت سے ٹھہریں۔ ان کا رونا پنا تازہ ہو گا۔ پھر انہوں نے خدا کا اٹھانہ شکر کیا کہ تمام عمر جسے میں نے یوسفؑ کی زندگی میں پہنا تھا میں نے اس میں سے چھوڑ دیا۔

یہودی حضرت یوسفؑ کو یہ اطلاع دینے کے سے پہلے جا پہنچا کہ وہ جشن کے موقع پر اپنے گھر سے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ کو یہ سرنہایت رات رات معلوم ہو رہا تھا۔ ان کے دل کی ہر کنش قلعوں کی طرف سے کہیں زیادہ تھیں۔ وہ اپنے خستہ جسم سے منہ کے لئے لے تا تھا۔ ان دنوں میں رات پر جمی تھیں، ورنہ مشرت بھرے غمے کا رہا تھا۔ یوسفؑ میرے بیٹے میں رہا ہوں۔

مذہب کا عقیدہ بخش پڑ گیا۔ سب کی مس بندگی تھی کہ وہ بھی جس کی طرف آگے گا۔ حضرت یعقوبؑ کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے گنگ گنگ سے خوش چھوڑی تھی۔

پھر تھک رہی گزریں۔ آخر ہو گئیں۔ سب سے اچھا کہ وہ مصر کی فہرست۔ اپنے جنموں میں ان کی طرف بڑھے چلے رہے ہیں۔ گھر پر رحم و لطف کے مردِ بھیر نے اے اے تھے۔ حضرت یعقوبؑ گاڑی میں جڑے ہو گئے۔ ان کی متاشی نگاہوں سے اپنے بیٹے یوسفؑ کی شان و شوکت کو پہچان یا وہ یوسفؑ کی تھا۔ ان کا بنیوسفؑ جو ان کی طرف آ رہا تھا۔

باب

یوسفؑ

مار گئی تھی دنیا سے بے خبر وہ اب دھڑلے دھڑلے ہوں میں پٹ گئی۔
 کچھڑے ہارے، دھڑلے، جدوجہد سے تھے۔ لڑائی میں سپر بھر ہی تھیں۔ جب
 حد ہاتھ نہ ملے تھے۔ پچھلے برس کا رگڑا توں لذت و ہر پرب سب چھوٹے ہیں
 تھے۔ بھگی مٹھوں سے ہاتھی ہوں نے دی سبیدگی سے کس مٹھو؟ یہ سرت
 مفرین ہوا۔ کائے مٹھو۔ آخر کار مصرت یعقوب نے چوہے بیٹے کو سامنے ہڑ
 کے ملے رتے ہوئے ہوا میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے سب میں کھ سے مرکوں گا۔
 جب حضرت چوہے سب سے مل چکے کہے گئے سب میں چل رہا تھا وہ بتاتا
 ہوں کہ سب گئے ہو۔ پھر بھڑوں سے مٹی سب ہو رہے، دھڑلے، ہوا، دھڑلے
 تم سے تمہارے پیشے کے متعلیٰ پوچھتے تو سے بتا دین کہ تم چرواہے ہو۔ جب سے
 تمہارے پیشے کا علم ہو چکا ہو گا تو وہ تمہیں جس میں رہیں چاہتے ہیں گے۔
 کس طرح خود مینہ ہو رہے ہیں ان کی ہوا تھی۔ یوں وہ بت پرستوں میں
 شادیوں، چپانے سے مٹھو، دھڑلے تھے۔

دشمن میں ہٹانا، رنے سے پہلے حضرت چوہے بڑے فخر سے اپنے پ
 یعقوب و فرعون سے ملے۔ یہ لے گئے۔ مصر کے معزریں میں متاثر شہریت
 ہونے کے، وجوہ مصرت چوہے اپنے چرواہے، پ کو فرعون سے برتر سمجھتے تھے۔
 جب حضرت یعقوب نے فرعون و مذہب کے نام میں، امت کی توہین میں
 موجود ہر شخص سے محسوس کیا کہ یہ ضد کا خلاصہ پر تار ہے۔

حضرت یعقوب کا گھر ناچوہوں کے معسوس کے مطابق زندگی نہ رہے گا۔
 حضرت چوہے نے اپنے بیویوں سمیت میں ملنے کے سے ملے، رتے تھے۔
 منشی و فرعون کے تو کھلے میدانوں میں اپنے دشمن، ربکوں کے ساتھ ٹھیکنا
 یہ امت بڑی تھی۔

ایک دوپہر کو حضرت یوسفؑ رحمت یعقوبؑ سب کھوں رتوں میں ہاتھیں ر

رہ تھے خندہ سنا تھ عورتوں میں میسھی خوش پُپس میں مصروف تھی۔ نئے میڈوں پر سرت گویا وہ اسے سانی اسے ری تھیں۔ اصرار سے یوسف نے مار کے رس کی ایک ڈبلی اور اپنے باپ پر نظر ڈالی جو چارپائی پر بڑے سون سے ٹیبلے پر بٹے تھے۔ بیٹے نے اپنے 130 ملے ہلے باپ کے بھڑیوں بھرے ہاتھ ہتھکتہ تھے ہوئے کہا، بابا مجھے جس شخص سے یہاں کچھ چھپے سون صرف دی جاتا ہے کہ نہیں پراساں یہ یقینیت ہوتی ہے۔ وہ شخص جس کے باپ سے یحییٰ بن گیا یا مورہ یا وہ بارمل گے سون کی جودن کیست ہوتی ہے وہی حیات س وقت میری ہے۔

حضرت یوسف جب بیوی کے نام کا ذکر کر رہے تھے جو انہوں نے سر رہے تھے وہ بیویں وہجہ سے جو حضرت ان کے اس میں گھر کی تھیں یہ رہے تھے تو ان کی کھنوں میں وہی کے گھر کے پھر چار رہے تھے پھر انہوں نے اپنے سر ہزار سے جھٹکایا۔ غصہ نے سب کچھ مٹا ڈالا۔ اس نے مجھے حضرت سے نجات دلائی اور اس طرح میں اس کے نام کو بھول دینے کیسے اس کی خدمت کرنے کے قابل ہو۔

وہ کہہ جیسے مظلومت یوں فکے منہ سے چھو۔ پرے ہوا اہل محسوس رہتا
ہو کہ مجھے سہ فہم پنہ گد۔ یہی کاخیں نہیں رہیں بعد پر رہے مصرن خور رہاں
ضرورت ہے۔ تاہم مصریوں کی رہاں کی یہاں جھانے میں ارم سے کہ وہ درندہ خد
ہو چاہیں۔ میر نام ورمیر کا مہد کی ہوئی اتنا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وقت زرتا یہ اور حضرت یعقوب کا نام؛ مستطیعاً یہ ۵۵ بار ۲۰ ریکارڈ کرتے تھے۔ مردانہ تھے۔ یوسف فوراً ریم کے فکر سے بے چارہ پانی کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ یہ دفعہ وہیں مدت کے دوران میں حضرت یعقوب نے اپنے بیٹے یوسف کے ساتھ بیٹوں اور مدت میں، ٹیمیں اپنے بیٹے بنیادی طرح تھمت یوسف ملک موعود میں وہ ہرے جسے رشتہ قرار پاتے۔ یوں پہلو ہونے کا وہاں حصہ لینے کے قصد رہا ہے۔

اور پھر وہ رات ناک گھرن بھی پہنچی۔ اس کا ہڑکا گارہا تھا۔ حضرت یعقوب
سرمگ پر اپنے سحر کی سانس سے رہے تھے۔ احم بے چارہ ہوتا چلا رہا تھا۔ ساری
روں کی لے چڑی بڑھ رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹوں کو نہ دے رہا نہ سے "ہا نہ
چاہتا تھا۔ ہند سوں نے یہ پٹہ نامہ پکارا۔ اس کے تختہ سے
"ہا نہ"۔ گھرن کی مقدس تھی جب یہ وہاں پہنچا کہ تو ہر شخص کے کان سے
رہا سننے پر آئے تھے جو حضرت یعقوب فشر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی وضو
میں کہا کہ شیوہ بن بنی ثور انسان کے نسبت و ہندو کے "تک یہ وہ
نے عیسائیس یا چ۔ کا۔ حضرت یعقوب۔ یوسف کو بھی اپنی خاص عیب کے
نوع سے یاد کیا۔

جب اس وقت تک یہ تمام باتیں چھپاتے رہے تو ان کو پرہیزگانی۔ بد
دوست سے پرہیز۔ خندان کو محسوس ہو جیسے نہ کئے گھر نے کام کی باتوں پر
۴۔ نہ ہی۔ سب ہمت نہ رہا تھا۔

محرم سے چھ ماہ کے عرصے تو بدلتے ہیں جس میں ماقابل برداشت تھی۔ یہ حصہ فی جو
پے ماضی تھی باریکی کوئی تھی۔ وہاں کے مرد و جسم نے پٹ گئے اور یہ نذر
نامہ چھوڑے گئے۔

حضرت یعقوب نے مرنے پر اپنے بیٹے یوسف سے عہد پر غلام کہ نہیں



ہندو مصلحت میں تہذیب و تمدن کے بعد نہیں ہے۔ حضرت یوسفؑ وہاں بھیجے کہ
 مرنے سے پہلے ہمارے باپ نے ہمیں کہا تھا کہ ہم آپ سے معافی مانگیں۔ مہربانی
 سے اپنے بھائیوں کا رزم و خوف راہی جنہوں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک
 کیا تھا۔

جب حضرت یوسفؑ نے یہ پیغام پڑھا تو وہ رونے لگے۔ شستہ صبر ہو رہا تھا
 لگے وہ بھی تک پہنچ رہا ہے۔ یہیں کہیں سے محنت کا اٹھنا چاہ رہا ہے۔ ف
 خدا بہ! کہ میری محبت پہنچ نہیں گئی۔

اساتھ سے جب ان کی حالت دیکھی تو وہ چلی گئی میں پانی دے رہی تھی
 تاکہ وہ منہ دھو کر آرام کر سکیں۔ اس نے شوہر کو ہمارے گئے گا باہر وہ
 اپنے بھائیوں کے پیار بھرے دل سے غل نہیں جانتے۔ بہتر یہی ہو گا کہ ہم ان کو دعوت
 دیں۔ اس طرح وہ آپ کے ساتھ بھلا رہتا رہا۔

حضرت یوسفؑ اساتھ کا مشورہ اچھا لگایا۔ ایک پر تکلف ضیانت کا تمنا یہ
 کیا۔ کھانا بڑے چھٹے طریقے سے تیار کیا گیا۔ چھوٹوں کی خوشبو اور موسیقی کی مدد
 تا نہیں لیا میں سرگرم رہی تھیں۔ جب یہ میں حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے
 کھر پچھے تو سب کے سب بری طرح سے ہوتے تھے۔ پریشانی میں وہ پھر اپنے
 بھائی کے قدموں پر گر گئے۔ شمعوں نے کانپتی ہونٹیں دکھائی کہ ہم آپ کے
 سامنے ان دیشیت سے آپ کے سامنے حاضر ہیں۔

اساتھ ہزار ستون کے پیچھے چھپ گئی۔ یہ منظر اس کے سامنے قابلِ شکر
 تھا۔ وہ نہیں اس طرح اس بھائی کے سامنے رڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی جو
 اس کو جان سے چھوٹا تھا۔ اس سے حضرت یوسفؑ کو نہیں بری نرم دلی سے
 نہیں دلتے ہوئے نہ۔ پارے بھی پڑا تھا سے مت اوروں۔ یا میں صبر نہ جہ پر
 سونے سے میرے ساتھ رہنا چاہی میں خدا سے اس بھائی میں مدد آیا۔

سے رچ رہا تھا۔ عرصے سے لوگ قلائے ملوں میں کو جھول چکے تھے۔ سب سے
 ساتھی حضرت یوسف کے نسیم کا راز سے بھی بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے لکھی ہی
 رنہ میں دیکھا تھا۔ سب جہد و کوشش پر جھکے ہوئے تھے۔ سب سے ٹپکتے ہوئے
 بارگاہی لکھی گھاس پہ سے زور ہے تھے سب پاؤں پہ کے انہوں نے ٹھنڈی رائس
 بھرن۔ لوگ سب کچھ حد دیتے ہیں۔ انسان خود لکھی شہادت کیوں نہ حاصل کر
 لے۔ بہت جہد و کوشش ہو جاتا ہے۔ جو لوگ کسی کے سامنے کچھ اور نہ جھکا رہے ہوتے
 ہیں وقت نہ رہے۔ ہاتھوں کی کوئی ہیئت نہیں رہتی۔ پس وہ اخذ اپنے دلوں و
 کھلی نہیں دھواتے۔ یہی سب سے بڑی بات ہے۔

مصر میں وہاں کے چارے پر اٹھ کے رہنے لگے۔ سب پر یہ وقت
 نہ ہوا تھا۔ یہ دعویٰ بنی کہ میں ہوا چھ نہیں دھکتا تھا۔ یہ یہ ملکی مصر کے چھ
 جسے پر قیامت تھی۔ یہ سوچے سوچے مصر میں وہاں کے چارے کی رحمت سے نیچے
 رہ گئے۔ نہیں جھٹکا، نہ اپنے ہاتھ پہاں خوش حال معذور ہو رہے تھے۔ بہت
 بنی کہ میں نے قہر میں لے مارا ہوا تھا وہاں مصر میں وہاں کی محفطت میں
 سبوں نے بے پناہ ترقی بھی کی تھی۔ سب کے سب مصر کی رہا میں ہیں سب کی
 جڑیں بہت گہری ہو چکی تھیں۔ شروٹ خدا کی موعودہ رہا میں کھان کو ہوا چھ
 تھے۔ چاہے حضرت یوسف انہیں یہ کہہ سکتا ہے خدا ہوا کے سب سے سن
 ہر وہ لے کو توڑنے کے لیے پڑا رہا کہ بہ استعمال رہے۔

یہ سب کے سب اپنے اپنے چھتے ہوتے سب طرف سے نظر۔ یہ پتہ ہوتے ہوئے
 سب سے جیسے گا دودھ سے جیسے کدیر کی چھریں ٹھکے ہوا رہے۔

میں چھوڑ کر رہ گیا تھا۔ سب نے حسبِ شہادت یوسف کے ضعیف مدد کے
 پیچھے نہ رہے نہ اور چھتے ہوں شہادت بھری کھنوں سے دیکھتے ہوئے ہوا چھ کچھ
 مصری حروف بھی لکھتے تھے ہیں۔ دیکھو میں دھکتا ہوں۔ اس نے جلدی نہ جھکا رہا

کچھ بھڑی زمین پر لکھنا شروع کیا۔ ایسے میں اس کی لال بوٹی زبان اس کے ہونٹوں سے باہر نکل رہی تھی۔

اس کے بڑے بھائی نے بڑے طنز سے کہا، ان کیڑوں مکڑوں کو تم لکھانی کہتے ہو؟ ہا! ہا! ہا! اور اس پر تم حاکم مصر بننے چلے ہو جیسے کبھی ہمارے بڑے دادا ابو تھے کیا؟ حضرت یوسف نے اس شیطان کو خاموش کروادیا اور اس کے جھگھے ہوئے ننھے سر کو تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگے، بڑا نام اور بڑا عہدہ حاصل کرنا اتنا ضروری نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم وہ کام کریں جو خدا نے ہمیں کرنے کو دیا ہے اور پھر اس کام کو اپنی پوری طاقت سے کریں۔

پھر وہ چھوٹے لڑکے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولے، بچو یہ بات کبھی نہ بھولنا کہ مصر ہمارا وطن نہیں ہے۔ ایک دن ہم ضرور کنعان واپس جائیں گے۔ اس ملک میں جسے خدا نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر انہوں نے بڑے حوصلہ افزا انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا، اس دن کے لئے تیار رہو اگر تم مصر میں رہ گئے تو خدا کے لوگوں میں شمار نہیں کئے جاؤ گے۔ خدا تم سے محبت کرتا ہے۔ تمہیں بھی اس سے پیار کرنا چاہیے۔

اس کے بعد جب حضرت یوسف ابراہیم کے گھر والوں کے ساتھ بیٹھے ناشیہ کر رہے تھے تو ان کی تشکر آمیز نگاہیں اپنے بیٹے کے چہرے پر ٹھہر گئیں خدا نے ان پر اور آستہ پر بڑا فضل کیا تھا۔ کہ وہ اپنے بیٹوں کو بنی اسرائیل میں شامل کرنے کے قابل ہو سکے۔ حضرت یوسف کی ان کے لئے یہی سب سے بڑی تمنا تھی۔ آستہ نے بچوں کو اپنے باپ کے گھر آنے کے فرد بننے میں ان کی بڑی راہنمائی کی تھی۔

سہ پہر کے خنک اور خوش گوار لحاظ میں ایک رتھ عمارت کے سامنے آکر رکا۔ دو مصری مہمان حضرت یوسف سے ملنے آئے تھے۔ جہر جو کبھی سرکاری افسر ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا پوتا۔

میرے آقا کہہ کر بحر نے حضرت یوسف کو گنگے لگایا جب کہ نوجوان نے ادب سے جھک کر سلام کیا۔

حضرت یوسف نے اپنے پرانے دوست کی خوب آؤ بھگت کی۔ خاطر تواضع کے دوران میں وہ اپنے ماضی کو یاد کرتے رہے جب دونوں کی طاقت عروج پر تھی۔

بحر نے دکھ سے اپنے سر کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا، اتنے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود آج ہم کہاں ہیں! بڑھے کھوسٹ جو یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ہم کیا کہنے والے تھے اور بے وقت سو جاتے ہیں۔ انسان کی زندگی بھی کیا ہے!

بحر کے پوتے نے قہہ دیا غالی جاہ! میں سمجھ رہا تھا کہ آپ مصر کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں رہ رہے ہوں گے۔ لیکن اس ملک میں 93 برس گزارنے کے باوجود ابھی تک آپ کزنبرانی ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے! آپ کا نام بھی مصری ہے اور خطاب بھی۔ آپ کی شادی بھی مصری دوشیزہ سے ہوئی، آپ نے مصری دربار، سیاست اور تجارت میں بھی شراکت کی، پھر بھی اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کی طرح آپ عبرانی ہی رہے ایسا کیوں؟

حضرت یوسف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہمارا خدا زندہ ہے۔ وہی خدا جو انسان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس نے ہمیں اپنی خاطر الگ کر رکھا ہے۔

بحر نے اپنے شبہات کا اظہار کیا جہاں تک میں نے دیکھا ہے عبرانی بھی ان ہی دیوتاؤں کی پرستش کر رہے ہیں جن کو ہم پوجتے ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا؟

حضرت یوسف سے کچھ جواب نہ مل پڑا۔ انہیں اس کی تصدیق کرنی پڑی۔ انہیں اس بات سے بڑا دکھ ہو رہا تھا کہ بنی اسرائیل اپنے باپ کے خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ بتوں کو بھی پوجتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ خداوند خدا غیور خدا ہے اور وہ کسی قیمت پر اس فعل کو برداشت نہیں کرے گا۔

وہ ابھی انہی خیالوں میں گم تھے کہ بحر کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ میرے

دوست! میں تمہیں خبردار کرنے آیا ہوں کیونکہ مجھے معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ نیا فرعون تمہارے گھرانے کا جانی دشمن ہے۔ جلد ہی تم سب کو غلام بنالیا جائے گا اور تم لوگوں سے عمارتیں اور اہرام تعمیر کرانے کا کام لیا جائے گا۔ یا پھر کھیتوں اور زمین دوزکانوں میں غلامی کرنی ہوگی۔ دیونا تم پر رحم کریں۔

حضرت یوسف جانتے تھے کہ حیرت انگیز رہا ہے۔ جب ان کا دوست چلا گیا تو انہوں نے اپنی تمام فکریں خدا کے حضور پیش کر دیں کیونکہ وہی ان کے لوگوں کا واحد سہارا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ جس خدا نے ان کی زندگی کے لئے ایک کامل منصوبہ تیار کر رکھا تھا ان کی اولاد کے لئے بھی اس نے ضرور ایسا ہی منصوبہ بنا رکھا ہوگا۔ تاہم جشن پر روز خوف کے بادل گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

اب حضرت یوسف کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ اور یہاں تک کہ وہ بالکل ہی بستر پر پڑے رہتے تھے۔ طبیعت کی خرابی نے ان کی رسی سبھی طاقت بھی زائل کر دی تھی۔ دہشت زدہ ہو کر ان کے گھرانے کے لوگ ان کے گرد جمع ہو کر آہ و زاری کرنے لگے۔ بزرگ یوسف! ہمارا کیا بے گار؟ اگر فرعون نے ہمیں غلام بنالیا تو وہ ہمیں کوڑے مار مار کر رکھيوں کی طرح مسل ڈالے گا۔ اب تو اتنی دیر ہو گئی ہے کہ اس ملک کو چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔ فرعون کا لشکر ہمیں کبھی بھی کنعان واپس نہیں جانے دے گا۔

حضرت یوسف اگرچہ قناعت محسوس کر رہے تھے تاہم خدا پر ٹھوس ایمان کی قوت سے انہوں نے خود کو سنبھالا اور اپنے لوگوں کو یوں تسلی دی کہ مصر میں مسافر ہیں۔ جب خدا کا مقررہ کردہ وقت آئے گا تو وہ یقیناً تمہارے وطن کنعان تک پہنچنے میں تمہاری راہنمائی کرے گا۔ خدا قادر مطلق نے میرے ہابا یقوتوب کے ساتھ خود وعدہ کیا تھا میں تیرے ساتھ مصر کو جاؤں گا اور پھر تجھے ضرور لوٹا بھی لائوں گا۔

پھر بالآخر حضرت یوسف نے محسوس کیا کہ ان کا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ چنانچہ

انہوں نے اپنے قہیلے سے کہا میں مرنے ہی والا ہوں۔ لیکن خدا یقیناً تمہاری حفاظت کرے گا اور اس ملک سے نکال کر اس وطن میں لے جائے گا جس کے دینے کا وعدہ اس نے حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت یعقوب سے کیا ہے۔

حضرت یوسف کی آنکھیں اپنے محبوب خدا سے ملاقات کے تصور سے ہی چمکنے لگیں۔ اس خدا کے تصور سے جس کے ساتھ وہ چلتے رہے تھے۔ جس کی عمر بھر انہوں نے خدمت کی تھی۔ وہ تو اسی لمحے کے لئے جی رہے تھے۔ پھر وہ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، مجھ سے وعدہ کرو کہ جب خدا تمہیں ملک کنعان میں لے کر جائے تو تم میرا جسدِ خاکی اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے۔

پھر انہوں نے آخری ہنگامی اور دم توڑ دیا۔ اب وہ اس شہر میں چلے گئے تھے جس کی بنیادیں پٹان پر رکھی ہیں۔

ان کی حنوط شدہ لاش کو تابوت میں رکھ دیا گیا۔ جب ان کے لوگ ان کا ماتم کر رہے تھے، اس وقت ان کی تمام نیکیوں اور محبت کو بھی یاد کیا جا رہا تھا۔

حضرت یوسف کی میت کو دفن نہ کیا گیا بلکہ اس طرح تیار رکھا گیا کہ جو نبی خدا کی طرف سے بنی اسرائیل کو شروع کا حکم ہوا سے ساتھ لے جایا جاسکے۔

تقریباً 200 سال تک حضرت یوسف کی لاش اس گھڑی کا انتظار کرتی رہی جب خدا حضرت یعقوب کی اولاد کو اپنے وعدے کے مطابق ملک کنعان واپس لے جائے گا۔ یہ وعدہ اس وقت پورا ہوا جب وہ حضرت موسیٰ کی قیادت میں مصر سے کوچ کر کے اپنے وطن واپس آ گئے۔ خدا کتنا وفا دار ہے کہ 200 سال کے بعد بھی اپنا وعدہ پورا کر کے چھوڑتا ہے۔

انجام کار حضرت یوسف کی میت کو سکم میں پہنچا دیا گیا جہاں ان کے باپ حضرت یعقوب نے حاران سے آتے ہوئے اپنا پہلا پڑاؤ ڈالا تھا۔ حضرت یوسف کی باقیات کو اس خطہ زمین میں دفن کیا گیا۔ جو حضرت یعقوب نے سکم کے بادشاہ سے خریدا تھا۔ ان کی قبر خدا کی وفاداری کا واضح ثبوت ہے۔ کہ اس نے اپنے سارے وعدے پورے کر دیئے۔